BANAT- E- KHADEEJATUL KUBRA

رمضان المبارک ۱۴۴۵ ھ ق مارچ 2024 ء



BANAT- E- KHADEEJATUL KUBRA

شمارہ 04

حیا، اور بے حیائی کے اسباب

عورت کی حکمرانی کی شرعی حیثیت

صحابیات کی جنگی خدمات

فہرست مضامین

اداریہ

رمضان کریم اور خواتین کی خدمات

ہمارے معاشرے میں عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ رمضان المبارک میں خواتین پر گھر کی خدمت کا بوجھ بڑھ جاتا ہے افطاری و سحری کی تیاری، بچوں کو گویا بے وقت کھانا دینا اور نیند کی کمی وغیرہ وہ بوجھ ہیں جو عام ایام سے اضافی ہیں مرد حضرات بھی باہر کے کام کر کے گھر کی خدمت ضرور کرتے ہیں مگر انہیں خواتین کی خدمت کا احساس بھی ہونا چاہیے خواتین کیلئے یہ بہت ہی سعادت کی بات ہے کہ وہ سارا دن عبادت میں رہتے ہوئے خدمت جیسا عظیم فریضہ بھی انجام دیتی ہیں

مسند احمد کی حدیث ہے:

عَنِ الْحُصَيْنِ بْنِ مِحْصَنٍ أَنَّ عَمَّةً لَهُ أَتَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَةٍ فَفَرَغَتْ مِنْ حَاجَتِهَا فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذَاتُ زَوْجٍ أَنْتِ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ كَيْفَ أَنْتِ لَهُ قَالَتْ مَا آلُوهُ إِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ قَالَ فَانْظُرِي أَيْنَ أَنْتِ مِنْهُ فَإِنَّمَا هُوَ جَنَّتُكِ وَنَارُكِ.

ترجمہ: حضرت حصین بن محصنؓ سے مروی ہے کہ ان ایک پھوپھی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں کسی کام کی غرض سے آئیں جب کام مکمل ہو گیا تو نبی کریم ﷺ نے پوچھا کیا تمہاری شادی ہوئی ہے؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں! نبی کریم ﷺ نے پوچھا تم اپنے شوہر کی خدمت کرتی ہو؟ انہوں نے کہا کہ میں اس میں کوئی کوتاہی نہیں کرتی الا یہ کہ کسی کام سے عاجز آجاؤں نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس چیز کا خیال رکھنا کہ وہ تمہاری جنت بھی ہے اور جہنم بھی۔

اسی طرح رمضان المبارک کے روزوں اور اس میں عبادت کی اضافی اجر و ثواب کے بارے میں بھی متعدد روایات موجود ہیں۔

خواتین کو اس موقع پر مکمل خلوص اور دیانت داری کے ساتھ پیش آتے ہوئے اپنی جنت کو جنت ہی رہنے دیں، اپنی بیٹیوں اور بہوؤں کو بھی تربیت دیں کہ وہ شوہر کے حق میں کوتاہی نہ کریں تاکہ ایک طرف ان کی آخرت سنورے اور دوسری طرف دنیوی زندگی بھی پر سکون رہے اسی طرح مردوں کو بھی ان کے حقوق کا خیال رکھنا چاہیے اور ان کی ضروریات سمیت شریعت مطہرہ کے دائرے میں انہیں سہولیات بھی میسر کرے



عورت کی حکمرانی کی شرعی حیثیت

اقتباس از: ہفت روزہ ترجمان اسلام   5جنوری1990ء

علامہ زاہدالراشدی صاحب

مرد اور عورت دونوں نسل انسانی کے ایسے ستون ہیں کہ جن میں سے ایک کو بھی اس کی جگہ سے سرکا دیا جائے تو انسانی معاشرہ کا ڈھانچہ قائم نہیں رہتا۔ اللہ رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کو اپنی قدرت خاص سے پیدا فرمایا اور ان دونوں کے ذریعے نسل انسانی کو دنیا میں بڑھا پھیلا کر مرد اور عورت کے درمیان ذمہ داریوں اور فرائض کی فطری تقسیم کر دی، دونوں کا دائرہ کار متعین کر دیا اور دونوں کے باہمی حقوق کو ایک توازن اور تناسب کے ساتھ طے فرما دیا۔

مرد اور عورت کے درمیان حقوق و فرائض کی اس تقسیم کا تعلق تکوینی امور سے بھی ہے جو نسل انسانی کی تخلیق کے ساتھ ہی طے کر دیے گئے ہیں اور ان میں انسان کوشش بھی کرے تو کسی قسم کی تبدیلی نہیں کر سکتا۔ مثلاً مرد کو اللہ تعالٰی نے قوت و جاہ، جرأت و بہادری اور سختی و مضبوطی کا پیکر بنایا ہے جبکہ عورت اپنی جسمانی ساخت کے لحاظ سے اس کے برعکس ہے، اس میں ملائمت ہے، انفعال ہے، کمزوری ہے اور کسی مضبوط پناہ کے حصار میں رہنے کا فطری جذبہ ہے۔ یہ ایک ایسا واضح فرق ہے جو زندگی کے تمام افعال و احوال میں جاری و ساری نظر آتا ہے اور جسے کوئی منطق، کوئی سائنس اور کوئی خودساختہ معاشرتی فلسفہ تبدیل نہیں کر سکتا۔

نسل انسانی کی نشوونما کے لیے خالقِ کائنات نے مرد اور عورت کے جنسی ملاپ کو ذریعہ بنایا اور اس ملاپ کے تسلسل کو قائم رکھنے کے لیے دونوں میں محبت کا جذبہ پیدا کیا۔ مرد اور عورت کے درمیان محبت کے اظہار میں اللہ تعالٰی نے مرد کی بالادستی اور عورت کے انفعال کے فطری فرق کو قائم رکھا اور ملاپ میں بھی مرد کو بالادستی بخشی۔ یہ بھی ایسا واضح اور محسوس فرق ہے جس کا نہ انکار کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی کسی منطق یا سائنسی فارمولا کے ذریعے اسے بدلا جا سکتا ہے۔

نسل انسانی کو بڑھانے کے مشترکہ عمل میں بھی اللہ رب

العزت نے دونوں کے فرائض الگ الگ متعین کر دیے۔ عورت کے ذمے بچہ کے بوجھ کو پیٹ میں اٹھانا، پیدائش کے بعد اس کو گود میں لینا اور ہوش سنبھالنے تک اس کی تمام چھوٹی موٹی ضروریات و حوائج خود سرانجام دینا ہے۔ جبکہ مرد کو ان تینوں کاموں سے رب العزت نے آزاد رکھا ہے۔ ظاہر ہے کہ باقی امور اس کے ذمہ ہیں کہ وہ بچہ اور اس کی ماں کے اخراجات کا بوجھ اٹھائے گا، ان کی حفاظت و نگرانی کرے گا اور معاشرہ کے ساتھ ان کے رابطہ و تعلق کا ذریعہ بنے گا۔ یہ فرق اور تقسیم بھی ایسی ٹھوس ہے کہ تبدیلی اور تغیر کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔

یورپی معاشرت نے عورت کی آزادی اور اس کے احترام کی بحالی کے نام سے اس فرق کو مٹانے کی سرتوڑ کوشش کی ہے لیکن اس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں نکلا کہ عورت کی ذمہ داریوں اور فرائض میں اضافہ ہوگیا ہے۔ عورت خود کو بچے کی پیدائش اور پرورش کے بوجھ سے تو آزاد نہیں کرا سکی البتہ اخراجات کی کفالت کی ذمہ داری میں مرد کے ساتھ شریک ہوگئی ہے۔ اس طرح دنیا بھر میں یورپی معاشرت کے پیروکار مردوں نے مزید کسی ذمہ داری کا بوجھ اپنے اوپر لیے بغیر اپنی ذمہ داریوں کا نصف بوجھ بھی عورت پر ڈال دیا ہے اور ناقص العقل سادہ عورت آزادئ مساوات اور زندگی کی دوڑ میں کندھے سے کندھا ملا کر چلنے کے خوشنما اور دلفریب نعروں سے دھوکا کھا کر دوہری ذمہ داریوں کے چکر میں پھنس کر رہ گئی ہے۔

اسلام ایک فطری نظامِ حیات ہے جو اسی خالق و مالک نے عطا فرمایا ہے جس نے مرد اور عورت کے درمیان فرائض و حقوق کی تکوینی تقسیم کی ہے، اسی لیے اسلام کے شرعی اور قانونی احکام کی بنیاد بھی اس تکوینی تقسیم کے فطری تقاضوں پر ہے۔ اور اس وقت دنیا میں اسلام ہی ایک ایسا نظام ہے جو عورت اور مرد کے درمیان حقوق و فرائض کی شرعی اور قانونی تقسیم دونوں کے تخلیقی فرق اور تکوینی ذمہ داریوں کے عین مطابق کرتا ہے اور اس کے ذریعے ایک خوشحال، پرسکون اور پر امن معاشرہ کی ضمانت دیتا ہے۔ ورنہ بیشتر مروجہ معاشرتی اقدار کی بنیاد اس فطری اور تکوینی فرق سے فرار اور انحراف پر ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ فرق تو کسی سے مٹ نہیں پا رہا مگر اس سے انحراف اور فرار پر مبنی معاشرتی بے چینی، نفسیاتی پیچیدگیوں اور ذہنی الجھنوں میں مسلسل اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

یورپی تہذیب و معاشرت نے آزادی اور مساوات کے نام پر جہاں عورت کو اس غلط فہمی میں ڈالا کہ ملازمت کرنا اس کا حق ہے، حالانکہ ملازمت حق نہیں ذمہ داری ہے، اسی طرح حکمرانی اور قیادت کو حقوق کی فہرست میں شامل کر کے عورت کو اس دوڑ میں بھی شریک کر دیا۔ جبکہ اسلام اس فلسفہ کو تسلیم نہیں کرتا، اسلام یہ کہتا ہے کہ گھر کے

اخراجات فراہم کرنے کے لیے ملازمت کرنا حقوق سے نہیں بلکہ ذمہ داریوں سے تعلق رکھتا ہے، اور مرد اور عورت کے درمیان ذمہ داریوں کی فطری تقسیم میں یہ ذمہ داری مرد کے کھاتے میں ہے۔ اسی طرح حکمرانی اور قیادت کا شمار بھی حقوق میں نہیں بلکہ ذمہ داریوں اور فرائض میں ہوتا ہے اور اسلام عورت کے طبعی اور فطری فرائض اور ذمہ داریوں سے زائد کسی ذمہ داری اور فرض کا بوجھ اس کے نازک کندھوں پر نہیں ڈالنا چاہتا۔ یہی وجہ ہے کہ حکمرانی کی ذمہ داری مرد پر ڈالی گئی ہے اور عورت کو اس سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔ انسانی معاشرت کے اسلامی فلسفہ اور آج کے مروجہ نظریات میں یہی بنیادی فرق ہے کہ اسلام حکمرانی کو ذمہ داری قرار دیتا ہے جبکہ موجودہ سیاسی نظاموں نے اسے حقوق میں شامل کر کے اس خودساختہ حق کے لیے مختلف انسانی طبقات کو مسابقت کی دوڑ میں اس قدر الجھا دیا گیا ہے کہ حقوق و فرائض کے درمیان کوئی خطِ امتیاز باقی نہیں رہا۔

اس پس منظر میں جب ہم عورت کی حکمرانی کے بارے میں اسلام کے احکام پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں ان لوگوں کی منطق میں کوئی وزن دکھائی نہیں دیتا جو مغرب کی معاشرتی اقدار کو اپنے معاشرے پر منطبق کرنے کے شوق میں نہ صرف مرد اور عورت کے درمیان مساوات اور عورت کی نام نہاد آزادی کا پرچار کر رہے ہیں بلکہ اس کے لیے اسلام کے واضح احکام کو توڑ موڑ کر پیش کرنے اور انہیں خودساختہ معانی پہنانے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ چنانچہ ان دنوں اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ایک خاتون کی حکمرانی کے حوالہ سے یہ بحث چل رہی ہے کہ شرعاً کسی عورت کو حکمران بنانا درست ہے یا نہیں۔ اس سلسلہ میں قرآن و سنت اور اجماع امت کی واضح تصریحات کے باوجود کچھ حضرات اس کوشش میں مصروف دکھائی دیتے ہیں کہ کہیں نہ کہیں سے عورت کی حکمرانی کے جواز میں دلائل کشید کیے جائیں تاکہ مغربی تہذیب و معاشرت کی پیروی کے شوق اور عمل کو شرعی جواز کی چھتری بھی فراہم کی جا سکے۔ اسی لیے یہ ضروری محسوس ہوا کہ عورت کی حکمرانی کے بارے میں شرعی احکام کو وضاحت کے ساتھ قارئین کے سامنے لایا جائے اور ان خودساختہ دلائل کی حقیقت بے نقاب کر دی جائے جو اس مسلمہ اجماعی مسئلہ کو مشکوک بنانے کے لیے مختلف حلقوں کی طرف سے پیش کیے جا رہے ہیں۔

اسلام میں کسی بھی مسئلہ کے شرعی ثبوت کے لیے مسلمہ اصول چار ہیں جنہیں دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

قرآن کریم

سنتِ نبویؐ

اجماع امت

اجتہاد و قیاس

ہم ترتیب کے ساتھ اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں ان چاروں دلائل کو پیش کریں گے کہ کسی عورت کو حکمران بنانا شرعاً جائز نہیں ہے۔

(۱) قرآن کریم

اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر مرد اور عورت کے درمیان حقوق و فرائض کی اس فطری تقسیم کو واضح کا ہے۔ ان سب آیات کریمہ کو اس موقف کے حق میں منطقی استدلال کے ساتھ پیش کیا جا سکتا ہے لیکن ہم ان میں سے دو آیات کریمہ کا حوالہ دیں گے۔

حکمرانی کا تصور اسلام میں ''خلافت'' کا ہے کہ انسانی معاشرہ میں کوئی بھی حکمران خودمختار نہیں بلکہ حکمرانی میں خدا تعالیٰ کا نائب ہے۔ اصل حکمرانی اللہ تعالیٰ کی ہے اور انسان اس کا نائب ہے جو اپنی مرضی سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے احکام و قوانین کے مطابق انسانی معاشرہ پر حکومت کرتا ہے، اسی کا نام ''خلافت'' ہے۔ جب تک انبیاء کرام علیہم السلام کی تشریف آوری کا سلسلہ جاری رہا، خلافت کا یہ منصب زیادہ تر حضرات انبیاء کرامؑ ہی کے پاس رہا۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے کتاب الامارۃ میں حضرت ابوہریرہؓ سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حقیقت کا اظہار یوں فرمایا ہے کہ

''بنی اسرائیل میں سیاسی قیادت کا فریضہ انبیاء کرام علیہم السلام سرانجام دیتے تھے، جب ایک نبیؑ دنیا سے چلے جاتے تو دوسرے نبیؑ ان کی جگہ لے لیتے۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا البتہ میرے بعد خلفاء ہوں گے۔''

یعنی خلافت و حکومت دراصل انبیاء کرامؑ کی نیابت کا نام ہے اور اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں صراحت کر دی ہے کہ دنیا میں جتنے بھی پیغمبر بھیجے گئے وہ سب مرد تھے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیھِمْ

اور ہم نے آپؐ سے قبل رسول بنا کر نہیں بھیجا مگر صرف مردوں کو جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے۔ اس لیے جب نبی صرف اور صرف مرد آئے ہیں تو ان کی نیابت بھی صرف مردوں میں ہی محدود رہے گی۔

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ

مرد حکمران ہیں عورتوں پر، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ یہ آیت کریمہ اس بارے میں صریح ہے کہ جہاں مردوں اور عورتوں کا مشترکہ معاملہ ہوگا وہاں حکمرانی مردوں ہی کے حصہ میں آئے گی اور یہی وہ فضیلت ہے جو اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر عطا فرمائی ہے۔

اس آیت کریمہ کے بارے میں بعض حضرات کا کہنا ہے کہ چونکہ یہ آیت کریمہ خاندانی احکام و قوانین کے سیاق و سباق میں ہے اس لیے اس سے مراد مطلق حکمرانی نہیں بلکہ خاندان کی سربراہی ہے جو ظاہر ہے کہ مرد ہی کے پاس ہے۔ لیکن ان کا یہ استدلال دو وجہ سے غلط ہے۔ ایک اس وجہ سے کہ عورت کی حکمرانی کے بارے میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح ارشادات کی روشنی میں جب ہم اس آیت کریمہ کا مفہوم متعین کریں گے تو اسے خاندان کی سربراہی تک محدود رکھنا ممکن نہیں رہے گا بلکہ خاندان کی سربراہی کے ساتھ مطلق حکمرانی بھی اس کے مفہوم میں شامل ہوگی۔ یہ ارشادات نبویؐ ہم آگے چل کر نقل کر رہے ہیں۔دوسرا اس وجہ سے کہ امت کے معروف مفسرین کرامؒ نے اس آیت کریمہ کی جو تفسیر کی ہے اس میں علی الاطلاق ہر قسم کی حکمرانی عورت کے لیے نفی کی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

ولذا كانت النبو مختصة بالرجال وكذلك الملك الاعظم وكذا منصب القضاء وغير ذلك

(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۹۱)

اور اسی وجہ سے نبوت مردوں کے ساتھ مخصوص ہے اور اسی طرح حکومت اور قضا کا منصب بھی انہی کے لیے خاص ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ کے علاوہ امام رازیؒ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۸۸)، امام قرطبیؒ (ص ۱۶۸ ج ۵)، علامہ سید محمود آلوسیؒ (روح المعانی ص ۵ ص ۲۳) اور قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ (مظہری ج ۲ ص ۹۸) نے اس آیت کی یہی تفسیر لکھی ہے۔ اور ان کے علاوہ بھی کم و بیش تمام مفسرین نے اس آیت کریمہ سے عورت کی حکمرانی کے عدم جواز پر استدلال کیا ہے۔

(۲) حدیث رسولؐ

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بہت سے ارشادات میں اس امر کی صراحت کی ہے کہ عورت کی حکمرانی نہ صرف عدم فلاح اور ہلاکت کا موجب ہے بلکہ مردوں کے لیے موت سے بدتر ہے۔ ان میں سے چند احادیث ذیل میں درج کی جا رہی ہیں:

امام بخاریؒ کتاب المغازی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس بات کی خبر دی گئی کہ فارس کے لوگوں نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنا حکمران بنا لیا ہے تو آنحضرتؐ نے فرمایا:

لَنْ يُّفْلِحَ قَوْمٌ وَّلَوْ اَمْرُهُمْ اِمْرَاه

وہ قوم ہرگز کامیاب نہیں ہوگی جس نے اپنا حکمران عورت کو بنا لیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب تمہارے حکمران تم میں سے اچھے لوگ

ہوں، تمہارے مالدار سخی ہوں اور تمہارے معاملات باہمی مشورہ سے طے پائیں تو تمہارے لیے زمین کی پشت اس کے پیٹ سے بہتر ہے۔ اور جب تمہارے حکمران تم میں سے برے لوگ ہوں، تمہارے مال دار بخیل ہوں اور تمہارے معاملات عورتوں کے سپرد ہو جائیں تو تمہارے لیے زمین کا پیٹ اس کی پشت سے بہتر ہے۔" (ترمذی ج ۲ ص ۵۲)

امام حاکمؒ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے اور اس کی سند کو امام ذہبی نے صحیح تسلیم کیا ہے کہ جناب رسول اکرمؐ کی خدمت میں مسلمانوں کا ایک لشکر فتح و نصرت حاصل کر کے آیا اور اپنی فتح کی رپورٹ پیش کی۔ آنحضرتؐ نے مجاہدین سے جنگ کے احوال اور ان کی فتح کے ظاہری اسباب دریافت کیے تو آپؐ کو بتایا گیا کہ کفار کے لشکر کی قیادت ایک خاتون کر رہی تھی۔ اس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

هَلَكَتِ الرِّجَالُ حِيْنَ اَطَاعَتِ النِّسَآءَ (مستدرک حاکم ج ۴ ص ۲۹۱)

مرد جب عورتوں کی اطاعت قبول کریں گے تو ہلاکت میں پڑیں گے۔

علامہ ابن حجر الہیتمیؒ حضرت ابو بکرؓ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرمؐ کی مجلس میں ملکہ سبا بلقیسؓ کا ایک دفعہ ذکر ہوا تو آنحضرتؐ نے فرمایا:

لَا يُقَدِّسَ اللّٰهُ اُمَّةً قَادَتْهُمْ اِمْرَاَةٌ (مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۱۰)

اللہ تعالیٰ اس قوم کو پاکیزگی عطا نہیں فرماتے جس کی قیادت عورت کر رہی ہو۔

امام طبرانیؒ حضرت جابر بن سمرۃؓ سے نقل کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرمؐ نے فرمایا:

لَنْ يُّفْلِحَ قَوْمٌ يَمْلِكُ رَاْيَهُمْ اِمْرَاَةٌ (مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۰۹)

وہ قوم ہر گز کامیاب نہیں ہوگی جن کی رائے کی مالک عورت ہو۔

امام ابوداؤد طیاسیؒ حضرت ابو بکرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا:

لَنْ يُّفْلِحَ قَوْمٌ اَسْنَدُوْا اَمْرَهُمْ اِلٰی اِمْرَاَةٍ (طیاسی ص ۱۱۸)

وہ قوم ہر گز کامیاب نہیں ہوگی جس نے اپنی حکمرانی عورت کے حوالہ کر دی۔

امام ابن الاثیرؒ اس روایت کو ان الفاظ سے نقل کرتے ہیں:

مَا اَفْلَحَ قَوْمٌ قَيِّمُهُمْ اِمْرَاَةٌ (النہایۃ ج ۴ ص ۱۳۵)

وہ قوم کامیاب نہیں ہوگی جس کی منتظم عورت ہو۔

مسند احمد میں ہے:

لَنْ يُّفْلِحَ قَوْمٌ تَمْلِكُهُمْ اِمْرَاَةٌ

(مسند احمد ج ۵ ص ۴۳)

وہ قوم ہرگز کامیاب نہیں ہوگی جس کی حکمران عورت ہو۔

اہل تشیع کی معروف کتاب ''مستدرک الرسائل'' میں، جو الحاج مرزا حسین نوری طبرسی کی لکھی ہوئی ہے اور قم سے طبع ہوئی ہے، جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کو جنت سے نکلنے کا حکم دیا تو حضرت حواؑ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں نے تمہیں ناقص العقل والدین بنایا ہے اور

لَمْ اَجْعَلْ مِنْکُنَّ حَاکِمًا وَّلَمْ ابْعَث مِنْکُـــنَّ نَبِـيًّـا (مستدرک الرسائل باب ان المراۃ لا تولی القضاء)

میں نے تم عورتوں میں سے کوئی حاکم نہیں بنایا اور نہ تم میں سے کسی کو نبی بنا کر بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے۔

یہاں حاکم نہیں بنایا کا معنٰی یہ ہوگا کہ حاکم بننے کی اجازت نہیں دی، اس لیے جو عورتیں کسی دور میں حاکم بن گئی ہیں ان کی حیثیت وہی ہوگی جو نبوت کا دعویٰ کرنے والی عورتوں کی ہے۔

اسی مستدرک الرسائل میں یہ روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن سلامؓ نے جناب رسول اللہؐ سے کچھ سوالات کیے، ان میں سے ایک سوال حضرت آدمؑ کی پسلی سے حضرت حواؑ کو پیدا کرنے کے بارے میں بھی تھا۔ سوال یہ تھا کہ حضرت حواؑ کو حضرت آدمؑ کے پورے وجود سے پیدا کیا گیا یا وجود کے کچھ حصہ سے بنایا گیا تو جناب سرور کائناتؐ نے فرمایا کہ

بَلْ مِنْ بَعْضٍ وَلَوْ خُلِقَتْ مِنْ کُلِّ لَجَازَ الْقَضَاءُ فِی النِّسَآءِ کَمَا یَجُوْزُ فِی الرِّجَالِ

بلکہ حضرت حواءؑ کو حضرت آدمؑ کے وجود کے بعض حصہ سے پیدا کیا گیا اور اگر انہیں پورے وجود سے پیدا کیا جاتا تو قضا کا منصب عورتوں کے لیے بھی اسی طرح جائز ہو جاتا جس طرح مردوں کے لیے جائز ہے۔

اہل تشیع کے ہی ایک اور محقق الاستاذ الشیخ جعفر السبحانی اپنی کتاب ''معالم الحکومۃ الاسلامیہ'' میں، جو مکتبہ الامام امیر المومنین العامۃ اصفھان سے چھپی ہے، امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرمؐ نے عورتوں کے بارے میں احکام بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ **وَلَا تَـــوَلَّی الْقَضَآءَ** (المیزان ج ۱۸ ص ۹۳۔ معالم الحکومۃ الاسلامیہ ص ۲۷۷)

عورت قضا کے منصب پر فائز نہیں ہو سکتی۔

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ان واضح ارشادات کے بعد اس امر میں اب شک و شبہ کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ شرعاً کسی عورت کے حکمران بننے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

(۳) اجماع امت

قرآن و سنت کے بعد دلائل شرعیہ میں اجماع کا درجہ ہے اور چودہ سو سال سے امت مسلمہ کا اس پر اجماع و اتفاق چلا آتا ہے کہ عورت شرعاً حکمران نہیں بن سکتی۔

خلفاء راشدین کے مبارک دور سے آج تک امت مسلمہ کا اجماعی تعامل اس امر پر ہے کہ کوئی عورت کسی خطہ میں مسلمانوں کی حکمران نہیں بنی۔ اس لیے ہمارے نزدیک امت کا یہ عمل صرف اجماع نہیں بلکہ "تواتر عملی" کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ عورت کو حکمران نہ بنانے کا یہ عمل اس قدر مسلسل اور متواتر ہے کہ چودہ سو سالہ تاریخ میں کہیں بھی اس کی قابل توجہ خلاف ورزی نظر نہیں آتی۔ بلکہ کسی موقع پر اگر جزوی طور پر اس کی خلاف ورزی ہوئی ہے تو مسلمانوں نے اس پر گرفت کی ہے جیسا کہ نویں صدی ہجری کا ایک واقعہ تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ مصر میں بنی ایوب خاندان کی ایک خاتون "شجرۃ الدر" حکمران بن گئی۔ اس وقت بغداد میں خلیفہ ابوجعفر مستنصر باللہؒ کی حکومت تھی، انہوں نے یہ واقعہ معلوم ہونے پر امراء کے نام تحریری پیغام بھیجا کہ

اعلمونا ان کان ما بقی عند کم فی مصر من الرجال من یصلح للسلطن فنحن نرسل لکم من یصلح لا اما سمعتم فی الحدیث عن رسول اللّٰہ صلی الل علیہ وسلم ان قال لا افلح قوم ولوا امرم امراہ (اعلام النساء ج ۲ ص ۲۸۶)

ہمیں بتاؤ اگر تمہارے پاس مصر میں حکمرانی کے اہل مرد باقی نہیں رہے تو ہم یہاں سے بھیج دیتے ہیں۔ کیا تم نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ وہ قوم کامیاب نہیں ہوگی جس نے اپنا حکمران عورت کو بنا لیا۔

خلیفہ وقت کے اس پیغام پر "شجرۃ الدر" منصب سے معزول ہوگئی اور اس کی جگہ سپہ سالار کو مصر کا حکمران بنا لیا گیا۔

امام بغویؒ (شرح السنۃ ج ۷۷) میں فرماتے ہیں کہ سب علماء کا اتفاق ہے کہ عورت حکمران نہیں بن سکتی۔

امام ابوبکر بن العربیؒ (احکام القرآن ج ۳ ص ۴۴۵) حضرت ابوبکرؓ والی حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں:

وھذا نص فی الامراۃ لا تکون خلیفۃ ولا خلاف فیہ۔

یہ حدیث اس بارے میں نص ہے کہ عورت خلیفہ نہیں بن سکتی اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

امام ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں:

اجمع المسلمون علیہ۔ (حجۃ اللہ البالغۃ ج ۲ ص ۱۴۹)

مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے۔

امام الحرمین الجوینیؒ فرماتے ہیں:

واجمعوا ان المرا لایجوز ان تکون اماما

(الارشاد فی اصول الاعتقاد ص ۲۵۹)

اور علماء کا اس پر اجماع ہے کہ عورت کا حکمران بننا

جائز نہیں۔

حافظ ابن حزمؒ امت کے اجماعی مسائل کے بارے میں اپنی معروف کتاب "مراتب الاجماع" میں فرماتے ہیں:

واتفقوا ان الامام لاتجوز لامراه (مراتب الاجماع ص ۱۲۶)

اور علماء کا اتفاق ہے کہ حکمرانی عورت کے لیے جائز نہیں ہے۔

دورِ حاضر کے معروف محقق ڈاکٹر منیر عجلانی لکھتے ہیں کہ ہم مسلمانوں میں سے کسی عالم کو نہیں جانتے جس نے عورت کی حکمرانی کو جائز کہا ہو۔

فالاجماع فی ذ القضی تام لم یشذ عنه

(عبقریۃ الاسلام فی اصول الحکم ص ۷۰)

اس مسئلہ میں اجماع اتنا مکمل ہے کہ اس سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں ہے۔

پاکستان میں تمام مکاتب فکر کے علماء کرام نے ۱۹۵۱ء میں ۲۲ دستوری نکات پر اتفاق کیا اور ان میں حکومت کے سربراہ کے لیے مرد کی شرط کو لازمی قرار دیا۔

(۴) اجتہاد و قیاس

دلائل شرعیہ میں چوتھا درجہ اجتہاد اور قیاس کا ہے۔ اجتہاد اور قیاس کا اصل محل اگرچہ غیر منصوص مسائل ہیں کیونکہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی مسائل میں اجتہاد کی اجازت دی ہے جن میں قرآن و سنت کی واضح ہدایات موجود نہ ہوں۔ لیکن چونکہ قرآن و سنت کی تعبیر و تشریح اور ان سے احکام و مسائل کا استنباط بھی اجتہاد اور قیاس سے تعلق رکھنے والے امور ہیں اس لیے شاید کسی ذہن میں یہ شبہ پیدا ہو جائے کہ ممکن ہے فقہائے اسلام اور مجتہدین نے احکام و مسائل کے استنباط میں عورت کی حکمرانی کے لیے کوئی گنجائش کسی درجہ میں دیکھ لی ہو۔ لیکن یہ شبہ بھی وہم و تخیل سے زیادہ کچھ حقیقت نہیں رکھتا کیونکہ امت کے تمام مسلمہ فقہی مکاتب فکر کے مجتہدین نے اس امر کی صراحت کی ہے کہ حکمرانی کے منصب کے لیے دیگر شرائط کے علاوہ مرد ہونا بھی ضروری ہے اور عورت کے حکمران بننے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

فقہ حنفی

فقہ حنفی کی معروف و مستند کتاب "الدر المختار" اور اس کی شرح "رد المحتار" میں اس امر کی تصریح ہے کہ حکمران کے لیے دوسری شرائط کے ساتھ مرد ہونا بھی ضروری ہے اور

لایصح تقریر المرا فی وظیف الامامه (شامی ج ۴ ص ۳۹۵، ج ۱ ص ۵۱۲)

عورت کو حکمرانی کے کام پر مقرر کرنا جائز نہیں ہے۔

فقہ شافعی

فقہ شافعیؒ کی مستند کتاب "المجموع شرح المہذب" میں لکھا ہے:

القضاء لایجوز لامراه

قضا کا منصب عورت کے لیے جائز نہیں ہے۔

فقہ حنبلی

فقہ حنبلیؒ کی مستند کتاب المغنی (ج ۱۱ ص ۳۸۰) میں ہے:

المراۃ لا تصلح للامامۃ ولا لتولیۃ البلد ان ولهذا لم یول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا احد من خلفاء ولا من بعدهم قضاء ولا ولایۃ ولو جاز ذلک لم تخل منہ جمیع الزمان غالباً۔

عورت نہ ملک کی حاکم بن سکتی ہے اور نہ شہروں کی حاکم بن سکتی ہے۔ اسی لیے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عورت کو مقرر نہیں کیا، نہ ان کے خلفاء نے کسی کو مقرر کیا اور نہ ہی ان کے بعد والوں نے قضا یا حکمرانی کے کسی منصب پر کسی عورت کو فائز کیا اور اگر اس کا کوئی جواز ہوتا تو یہ سارا زمانہ اس سے خالی نہ ہوتا۔

فقہ مالکی

فقہ مالکیؒ کی مستند کتاب ''منحۃ الجلیل'' میں نماز کی امامت، لوگوں کے درمیان فیصلوں، اسلام کی حفاظت، حدود شرعیہ کے نفاذ اور جہاد جیسے احکام کی بجا آوری کے لیے شرائط بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

فیشترط فیہ العدالہ والذکورۃ والفطنۃ والعلم۔

پس اس کے لیے شرط ہے کہ عادل ہو، مرد ہو، سمجھدار ہو اور عالم ہو۔

فقہ ظاہری

اہل ظاہر کے معروف امام حافظ ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

ولا خلاف بین واحد فی انها لاتجوز لامراۃ۔ (المحلی ج ۹ ص ۳۶۰۔ الملل ج ۴ ص ۱۶۷)

اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ حکمرانی عورت کے لیے جائز نہیں ہے۔

اہل تشیع

معروف شیعہ محقق الاستاذ الشیخ جعفر السبحانی لکھتے ہیں:

فقد اجمع علماء الامامیۃ کلهم علی عدم انعقاد القضاء للمراۃ وان استکملت جمیع الشرائط الاخریٰ۔

(معالم الحکومۃ الاسلامیۃ ص ۲۷۸)

امامیہ مکتب فکر کے تمام علماء کا اس امر پر اجماع ہے کہ قضاء کا منصب عورت کے سپرد کرنا جائز نہیں ہے اگرچہ اس میں دوسری تمام شرائط پائی جاتی ہوں۔

اہل حدیث

معروف اہلحدیث عالم قاضی شوکانیؒ حضرت ابوبکرؓ والی روایت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فیہ دلیل علی ان المراۃ لیست من اهل الولایات ولایحل لقوم تولیتها۔ (نیل الاوطار ج ۸ ص ۲۷۴)

اس میں دلیل ہے کہ عورت حکمرانی کے امور کی اہل نہیں ہے اور کسی قوم کے لیے اس کو حکمران بنانا جائز نہیں ہے۔ الغرض قرآن کریم اور حدیث نبویؐ کی واضح نصوص، اجماع امت اور تمام مسلم مکاتب فکر کے فقہاء کے صریح ارشادات سے یہ بات بالکل بے غبار ہو جاتی ہے کہ کسی عورت کا مسلمان ملک میں حکمرانی کے منصب پر فائز ہونا شرعی طور پر بالکل ناجائز ہے۔



جوں ہی رمضان المبارک کا آغاز ہوتا ہے ہر مسلم گھرانے میں روحانی خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ایک الگ ہی تبدیلی چاروں طرف پھیل گئی ہے۔ ماحول میں عجب طمانیت پھیل جاتی اور فضا میں انوکھی خوش بورچ بس جاتی ہے۔ خواتین، مر د اور بچے سب ہی اس مہینے کا بےصبری سے انتظار کرتے ہیں اور اس کا استقبال دل کی گہرائیوں سے کرتے ہیں ۔اس بابرکت مہینے کی محبت و عقیدت مسلمانوں کے لیے ہمیشہ سے ہی بے مثال رہی ہے۔ اس ماہ میں ہر گھر میں خواتین کا کردار پہلے سے زیادہ اہم ہوجاتا ہے۔

رمضان المبارک کی آمد کے ساتھ ہی خواتین پر کا م کا بوجھ مزید بڑھ جاتا ہے، یا یوں کہہ لیں عام دنوں کے مقابلے اس مہینے میں ان کی مصروفیات زیادہ ہو جاتی ہیں۔ خصوصاً بچوں اور بڑوں کی پسند کو مدنظر رکھتے ہوئے سحری اور افطاری کا اہتمام جو خاصا مشکل ہوتا ہے۔ لیکن خواتین یہ ذمہ داری خوش اسلوبی سے انجام دیتی ہیں۔ اس ماہ میں امور خانہ داری کا مزہ ہی کچھ اور ہوتا ہے۔

کیا خواتین کیا مرد اور بچے سب ہی اس مبارک مہینے کے منتظر ہوتے ہیں اور اس کا استقبال دل کی گہرائیوں سے کرتے ہیں، تاہم گھر کی فضاء پر نور بنانے میں خاتون خانہ کا بہت اہم حصہ ہوتا ہے۔ سحر وافطار کا خصوصی اہتمام کرنا، گھر والوں کو سحری کے وقت جگانا، بچوں کو نماز اور تلاوت کلام پاک کا پابند بنانا، گھر میں شور شرابے یا موسیقی سے اجتناب کی تلقین کرنا،وقت افطار سے پہلے ہی غریبوں تک افطاری پہنچانا، زیادہ سے زیادہ خیرات کرنا، رشتہ داروں کو افطار پر مدعو کرنا، یہ سب ذمہ داریاں خاتون خانہ ہی ادا کرتی ہیں۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہمیں اس مہینے سے فیض یاب ہونا اور اس کی عظیم ساعتوں سے استفادہ کرنا چاہیے۔ گھر کی صفائی ہو جانے اورکچن کے لیے اضافی برتن اور راشن آجانے کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ بہ حیثیت خاتون خانہ ذمہ داری پوری ہو گئی۔

یہی ایک سمجھدار عورت کی سلیقہ مندی اور سگھڑاپے کی نشانی ہے۔ اس بابرکت مہینے میں خواتین بنا کسی تھکاوٹ کے خوشی خوشی سارے کام بہ خوبی انجام دیتی ہیں۔ رمضان میں خواتین کی کھانے پکانے میں دل چسپی اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ وہ افطار میں نئے نئے پکوان کی تراکیب آزماتی ہیں۔جیسے اس مہینے میں جہاں عبادات کا الگ ہی مزہ ہے وہاں افطار میں مختلف کھانے بنانے کا بھی الگ ہی مزہ ہے۔

اس ماہ مبارک میں قرآن سے تعلق بڑھائیں۔ ایسا تعلق جو سطحی نہ ہو بلکہ اندرونی ہو اور انتہائی گہرائی کے ساتھ دلوں میں شعور کی بیداری کو جنم دے۔ اس بات کو کبھی نہ بھولیں کہ نماز ،روزہ اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی عبادات کی قبولیت کا دارومدار نیت پر ہوتا ہے۔ رمضان المبارک میں دل کی گہرائی کے ساتھ استغفار کرنا چاہیے اور خلوص نیت کے ساتھ عبادات میں وقت بسر کرنا چاہیے، پھر ہمیں عزم کرنا چاہیے کہ قرآن کی تلاوت کے ساتھ ساتھ روزانہ کچھ آیتیں یاد کرنی ہیں اور وقت کی پابندی کے ساتھ نماز کی ادائیگی اور اذکار و تسبیحات پر بھی توجہ مرکوز کرنی ہے، رمضان کی ہر ساعت اور ہر لمحہ قیمتی ہوتا ہے۔ ہمیں ایک چیز اور بھی دھیان میں رکھنے کی ضرورت ہے ،وہ یہ کہ رمضان کے دوران ہماری حرکات وسکنات پر گھروں میں موجود بچوں کی نظریں ہوتی ہیں اور وہ اس سے اثر انداز ہوتے ہیں۔

یعنی رمضان میں غلطی سے بھی کوئی ایسا کا م نہ کریں، جس سے بچے رمضان کی اہمیت سے غافل ہو جائیں۔ بعض گھرانوں میں عورتیں اپنے بچوں کے ساتھ گفتگو میں غلط اور نازیبا الفاظ استعمال کرتی ہیں، ڈانٹتی اور چیختی چلاتی بھی ہے۔ خواتین کو اپنے اس عمل پر قابو پانا چاہیے۔ اس سے نہ صرف بچوں کی بہتر تربیت ہوگی بلکہ اس کا ہمارے نفس پر بھی مثبت اثر پڑے گا۔

رمضان المبارک کے دوران آپ خود کو کتنا مفید بناتی ہیں، اس کا انحصار آپ کی نیت اور ارادے پر ہے۔ ماہ صیام کے دوران خاص طور پر دل سے ہر طرح کے بغض وکینہ کو نکال کر خود کو عبادت و ریاضت، تلاوت قرآن، مطالعہ حدیث، نوافل کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ قیام اللیل،شب قدر اور اعتکاف کو اپنے لیے آخرت میں کامیابی کا سبب بنالیجیے۔

رمضان المبارک مہمان ہوتا ہے۔ لہٰذا جس طرح مہمان کے استقبال کی تیاری کی جاتی ہے، یعنی گھر کو سنوار ااور صاف ستھرا کیا جاتا ہے، کھانے کی تیاری بھی پہلے سے کر لی جاتی ہے، تاکہ مہمان کے ساتھ گفتگو کا زیادہ موقع مل سکے اور مہمان کے آنے کے بعد کچن میں جانا نہیں پڑے، بالکل اسی طر ح رمضان کا بھی احترام کریں اور زیادہ سے زیادہ وقت عبادات میں گزاریں۔

پہلی قسط

حیا، اور بے حیائی کے اسباب

ام عمر فاروق

حیا انسانی فطرت سے جڑی ایک فطری شے ہے جو سالم فطرت کے حامل انسان سے جدا نہیں ہوسکتی ۔ اس کا کسی مذہب سے تعلق نہیں بلکہ ہر سلیم العقل اسے قابل تعریف سمجھتا ہے ۔ امام راغب رحمہ اللہ حیا کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"انقباض النفس عن القبائح شرعا عرفا عقلا" یعنی ہر قبیح چیز سے خود کو دور کرنا چاہے شریعت نے اسے قبیح کہا ہو یا ایک با شعور عرف یا صحیح سالم عقل اسے قبیح تصور کرے ۔ اگر حیا انسانی فطرت سے کہیں جدا دیکھی گئی تو سمجھ لو کہ فطرت انسانی سے سلامتی اٹھ چکی ہے اور انسان نے فطرت ترک کردیا ہے ۔

تقریبا ہر طبیب مرض کی تشخیص کرسکتا ہے لیکن ماہر وہ ہے جو مرض کی وجہ وعلت کو جانے اور پھر اس کا حل بھی تلاش کرسکے ۔ فحاشی ایک ناسور ہے، ایک خطرناک مرض جس نے آج کی modren world کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے ۔ ہم ان چیزوں کے جاننے کی کوشش کرتے ہیں جن سے معاشرے میں فحاشی پھیلتی ہے اور پھر یہ کہ ان کا حل کیا ہے ۔

بے حیائی کے اسباب:

۱- ماڈلنگ (بہ اصطلاح دیگر جسم نمائی):

اس سلسلے میں پہلا نمبر ماڈلنگ کا آتا ہے، جسے سنتے ہی ہمارے ذہن میں بس cat walk ہی آتا ہے لیکن ماڈلنگ اس سے کئی گنا وسیع ہے ۔ پیسوں کیلئے خواتین کا اشتہارات میں اپنے جسم کے مختلف حصے ظاہر کرنا ماڈلنگ ہے ۔ آج کل young generation کا سوشل میڈیا پر ویوز پانے کے لیے کیمرے کے سامنے بے حیا حرکات کرنا بھی ماڈلنگ کہلاتا ہے ۔ ریسیپشن میں جوان عورتوں کو بٹھانا مالڈلنگ ہے ۔ کسی نئی چیز یا تبدیلی کا اناونسمنٹ عورت کی آواز میں ریکارڈ کرانا بھی اسی زمرے میں آتا ہے (یہ کام ٹیلی کمیونیکیشن والے زیادہ کرتے ہیں)۔

فٹنس کلبز، آرٹس، نیوز پیپر اور میگزینز کیلئے تصاویر، بعض ٹی وی شوز سب ماڈلنگ کے زمرے میں آتا ہے ۔

ماڈلنگ، جس کا دائرہ اس سے بھی وسیع ہے جس میں ایسے فوٹوز اور ویڈیوز بنائے جاتے ہیں جو attractive ہوں جو لوگوں کی توجہ اپنی طرف کھینچ سکے، تو کیا یہ فحاشی پھیلانے کا سبب نہیں؟... بلکل ہ۔ے ماڈرن ورلڈ میں فحاشی کا سب سے مؤثر سبب یہی ہے ۔

۲- انٹرٹینمنٹ اور فلم انڈسٹریز:

یہ بلا جو سالوں سے انسانی فطرت کو تباہ کر رہی ہے، فحاشی پھیلانے کی جڑوں میں سے ایک جڑ ہے ۔ یہ انڈسٹری جس میں سراسر فحاشی کو فروغ دیا جاتا ہے، ایک ایسی بلا ہے کہ اس میں قدم رکھنے سے پہلے ایکٹر و ایکٹرس کو فحاشی کے کئی مراحل سے گزرنا ہوگا تاکہ اس درجہ فحاش ہوجائے کہ اس کے لائق بن سکے ۔ یہ اس لیے خطرناک ہے کہ اس دور جدید میں اس انڈسٹری میں شہرت اور پیسہ بے تحاشا ملتا ہے اور انہیں قانونی اجازت ملنے کے ساتھ ساتھ ریاست کی جانب سے سراہا بھی جاتا ہے، بلکہ وطن عزیز میں تو تمغہ امتیاز بھی مل جاتا ہے۔

۳- مخلوط تعلیم (CO-EDUCATION)

مخلوط تعلیم یعنی وہ طریقۂ کار جس میں لڑکے اور لڑکیاں ایک ساتھ ایک کمرے اور ایک بینچ پر بیٹھ کر پڑھتے اور رہتے ہیں ۔ اس کی قباحت کسی سے مخفی نہیں ہے جس کا تذکرہ عمر میڈیا کے شائع کردہ سلسلہ زیر نظر کے ایک ایڈیشن میں بھی کیا گیا ہے ۔ پاکستان میں تقریبا ہر پڑھے لکھے مرد اور عورت نے اسی سسٹم میں پڑھا ہوگا اور جانا بھی ہوگا کہ یہ سسٹم کیوں مضر ہے؟ جب ایک جوان لڑکا اور ایک جوان لڑکی سات آٹھ سال تک ایک ہی راستے سے ہوتے ہوئے ایک ہی کلاس میں ایک ساتھ بیٹھتے ہوں اور وہ شیطان کے دھوکے میں نہ آئیں، تقریبا ناممکن ہے ۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم نے قرن اول میں عورتوں کو فتنے کے خوف سے مسجد میں آنے سے منع کیا، حالانکہ مسجد میں مرد و خواتین کی صفیں الگ الگ ہوا کرتی تھیں ۔ اگر قرن اول میں صحابہ کا عورتوں کو مسجد سے منع کرنا معقول و مشروع ہے تو پندرہویں صدی میں کس قسم کے اولیاء اللہ پیدا ہوگئے کہ اسکول یا کالج جاتے ہوئے انہیں کسی فتنے کا خوف نہیں ہے؟... خوف ہے لیکن ہم نے اس فتنے کو اب تک فتنہ سمجھا ہی نہیں ۔

اگر شرعا مطلق جواز کی بات کریں تو حضرت مولانا سعید احمد پالنپوری رحمہ اللہ اپنے ایک درس میں فرماتے ہیں کہ اسلام کی تاریخ (قرن اول، قرن دوم، قرن سوم) میں کوئی ثابت نہیں کرسکتا کہ ایک نامحرم مرد نے ایک نامحرم عورت کو شرعی علم سکھائی ہو نہ ہی face to face اور نہ ہی پردے کے اُس پار ۔ اب ہم تبصرہ کرتے ہیں کہ جب شرعی علم کا پردے کے اُس پار استاد اور شاگردہ کی مثال نہیں ملتی تو چہ جائیکہ ماڈرن تعلیم جس میں استاد مرد ہو اور شاگرد لڑکے اور لڑکیاں یا برعکس ۔اور جس چیز کے بارے میں نہ صریح نص ہو اور نہ اسلاف میں اس کی کوئی مثال تو کیسے جائز ہوسکتی ہے؟۔

۴- ریاستی چھوٹ:

جب ریاست کسی پالیسی کے تحت ایک چیز کو برا سمجھے اور اسے روکنے کی کوشش کرے تو وہ چیز زیادہ عام نہیں ہوسکتی، لیکن جب ریاست کسی چیز کو legal قرار دے تو کون اسے برا کہے گا اور روکنے کی جرأت کرے گا؟۔ اوپر جن اسباب کا ذکر ہوا، اس کی اجازت

ریاست ہی کی جانب سے ملتی ہے اور ریاست مستقل اس کی فیس اور ٹیکس بھی وصول کرتی ہے، تو شکوہ کس سے کیا جائے؟۔ اگر اپنے ہی پاکستان کی بات کریں جہاں فلم انڈسٹریز کو مستقل ریاستی پرمیشن حاصل ہے اور باقاعدہ رجسٹرڈ ہیں ۔ ماڈلنگ بھی قانونا جرم نہیں کے ، نائٹ کلبز، جوئے کے اڈے، شراب خانے یہ سب رجسٹرڈ ہیں ۔ اس کے علاوہ اگر کوئی نازیبا حرکت کرے یا لوگوں میں فحاشی عام کرنے کی کوئی گھناؤنی حرکت کرے تو کسی میں یہ جرأت نہیں کہ اسے روک سکے اور نہ ہی کوئی رپورٹ درج کرسکتا ہے ۔ اگر رپورٹ درج ہو بھی گئی تو کوئی فائدہ نہیں کیونکہ یہ چیزیں قانون میں legal ہیں تو شکایت کس بات کی؟۔

۵- مغرب اور اہل مغرب کے ساتھ حد سے زیادہ لگاؤ:

جیسا کے پہلے ذکر ہوچکا کہ فحاشی کا سرچشمہ مغرب ہے تو جس جس نے ان کی پیروی کی یا ان سے لگاؤ کیا تو انہوں نے بھی مغرب کی طرح رہن سہن اپنا لیا اور اسی وجہ سے فحاشی کی راہ ہموار ہوئی ۔ اہلِ مغرب جو کہ سراپا فحاشی کی دلدل میں گھرے ہوئے ہیں، کی زندگی میں باہر سے بہت چمک دمک دکھائی دیتی ہے لیکن جب جھانک کر دیکھو تو بالکل جانوروں کی سی زندگی گزار رہے ہیں ۔ نہ ماں بہن کا لحاظ نہ اپنے اور پرائے کا فرق نہ ازدواجی رشتے کی کوئی اہمیت نہ حلال وحرام کی تمیز ۔ ایسے لوگوں کے ساتھ جب تعلق بنتا ہے تو تاثرات کا آنا عجیب نہیں کیونکہ حدیث شریف کا ایک حصہ ہے جس کا مفہوم ہے کہ برے شخص کی مثال ایک لوہار کی مانند ہے ۔ لوہار کی بھٹی یا تمہارے بدن اور کپڑے کو جھلسا دے گی ورنہ بدبو تو اس سے تم ضرور پا لو گے ۔ تو مغرب سے ہم نے فحاشی کی بدبو پالی ہے ۔

٦- سوشل میڈیا کا غلط استعمال:

ایک ایسا پلیٹ فارم جس کا استعمال مرد و عورت، بوڑھا جوان، تقریبا ہر شخص کر رہا ہے اور پھر استعمال بھی ایسا کہ بندہ حیران رہ جائے ۔ آج سے کچھ عرصہ قبل گھر میں ایک ٹی وی ہوا کرتا تھا اور وہ بھی ہر گھر میں نہیں، لوگ تعجب کیا کرتے اور امام مسجد بھی کہتا کہ جس گھر میں ٹی وی ہو وہاں رحمت کے فرشتے نہیں جاتے، لیکن اب امام مسجد سے لے کر ایک عام آدمی تک کے جیب میں موبائل پڑا ہے جس میں سینکڑوں ٹی ویز سمائے جاسکتے ہیں ۔

سوشل میڈیا کا استعمال مثبت بھی ہوتا ہے لیکن منفی اثرات اس سے کئی زیادہ ہیں ۔ یہ ایک سوشل میڈیا کا صارف ہی جان سکتا ہے کہ نا چاہتے ہوئے بھی آپ کی نظروں کے سامنے سے غلط چیزیں گزریں گی اور ایسی نامناسب چیزیں جن کا اخلاق سے دور دور تک کوئی رشتہ نہیں ہوتا ۔ اب جب ایسی چیزیں بار بار نظروں کے سامنے گھومتی ہیں تو بالاخر بندہ اس کا عادی ہوجاتا ہے اور پھر دھیرے دھیرے وہی چیزیں اس کی زندگی میں بھی داخل ہونا شروع ہوجاتی ہیں اور غیر شعوری طور پر بندہ فحاشی کی دلدل میں گھرتا چلا جاتا ہے ۔فحاشی، جو انسانیت کو کھوکھلا کر رہی ہے اور دن بہ دن پھیل رہی ہے، اس کے پھیلنے کے چند اسباب ہم نے ذکر کردیے ہیں ۔ اگلی قسط میں اس کا حل جاننے کی کوشش کریں گے کہ اس کی روک تھام کیسے ہو؟۔



صحابیات کی جنگی خدمات

جمع و ترتیب: ام عبداللہ

شریعت نے ریاست کے دفاع اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری عورت پر نہیں ڈالی، لیکن اس کے باوجود اللہ کے دین کو سر بلند دیکھنے کی تمنا اس کو دشمن کے خلاف محاذِ جنگ پر لے آتی اور مردوں کے ساتھ وہ بھی کفر کا علم سر نگوں کرنے میں حصہ لیتی رہی۔

ایک انصاری صحابیہ اُمّ عمارہ ؓ نے جنگِ اُحد میں مردوں کی سی ثابت قدمی اور دلیری کا مظاہرکیا۔ سعد بن ربیع کی صاحبزادی اُمّ سعدؓ نے اس کارنامہ کے متعلق دریافت کیا تو تفصیل سے بتایا کہ میں صبح سویرے ہی مجاہدین کی خدمت کے لیے میدانِ کارزار میں پہنچ گئی تھی۔ ابتداء میں مسلمانوں کا پلڑا بھاری رہا، لیکن بعد میں جب فتح و نصرت نے اُن کا ساتھ چھوڑا تو اُن میں افرا تفری اور انتشار پھیل گیا۔ اِس وقت حضور اکرمﷺ کے قریب پہنچ کر آپﷺ کی مدافعت میں تیر اور تلوار چلانے لگی یہاں تک کہ دشمن کی ضرب مجھ پر آن پڑی۔ اُمّ سعد کہتی ہیں کہ میں نے ان کے کندھے پر بہت ہی گہرے زخم کا نشان دیکھا اور پوچھا، کس نے آپ پر اتنا سخت حملہ کیا تھا؟ اُنہوں نے جواب دیا، ابن قمہ نے! اللہ اسے غارت کرے! جب مسلمان شکست کھا کر حضورﷺ کے پاس سے بھاگ کھڑے ہوئے تو یہ چلاتا ہوا آیا اور کہا بتاؤ محمد کہاں ہے؟ اگر وہ اس جنگ میں بچ گیا تو میری نجات نہیں۔ یہ میری ہلاکت اور موت ہے۔ یہ سن کر میں اور مصعب بن عمیرؓ اور چند دوسرے اَصحاب نے جو آپ کے ساتھ جمے ہوئے تھے، اس کا سامنا کیا۔ اس مقابلہ میں اُس نے مجھ پر یہ وار کیا جس کا نشان تم دیکھ رہی ہو۔ میں نے بھی تلوار سے کئی ایک حملے کیے، لیکن دشمنِ خدا دو دو زرہیں پہنے ہوئے تھا۔ نبیﷺ کی مدافعت میں اُنہوں نے جس ہمت اور پامردی کا ثبوت دیا اس کی شہادت خود آپﷺ نے ان الفاظ میں دی ہے: ''**ما التفتُ يمينًا ولا شمالاً إلا وانا اراا تُقابل دوني**" [سیرۃ ابن ھشام:3/ 29, 30]

یعنی کہ دائیں بائیں جس طرف بھی میں نے رُخ کیا اُمّ عمارہ ؓ کو اپنی مدافعت میں لڑتے دیکھا۔ 'اس دن ان کے جماؤ اور ثابت قدمی کو دیکھ کر حضورﷺ نے فرمایا ''لمقام نسيبة بنت كعب اليوم خير من مقام فلان وفلان'' یعنی کہ آج نسیبہ بنت کعب (اُمّ عمارہ) کی ثابت قدمی اور استقلال فلاں اور فلاں سے بہتر ہے۔ اُحد کے علاوہ اُنہوں نے خیبر، حنین اور یمامہ کی

جنگ میں بھی شرکت کی تھی۔یمامہ کے دن لڑتے لڑتے ان کا ہاتھ شہید ہو گیا اور اس کے علاوہ تلوار اور نیزوں کے بارہ زخم ان پر دیکھے گئے۔ [طبقات ابن سعد]

رومیوں سے مسلمانوں کی جنگ میں عکرمہؓ بن ابو جہل کی بیوی اُمّ حکیمؓ شریک تھیں۔ اجنادین کی لڑائی میں عکرمہؓ شہید ہو گئے، چار ماہ دس دن کی عدت کے بعد مرجِ صفر نامی ایک مقام پر ان کا نکاح خالد بن سعیدؓ سے ہو گیا۔ نکاح کے دوسرے دن خالد بن سعیدؓ نے دعوتِ ولیمہ کی، ابھی لوگ دعوت سے فارغ ہونے بھی نہ پائے تھے کہ رومیوں نے صف بندی شروع کر دی۔ جب گھمسان کی جنگ شروع ہوئی تو اُمّ حکیمؓ ، جن پر اب تک شب ِعروسی کے آثار نمایاں تھے اپنے خیمے کاایک ڈنڈا لے کر میدان میں کود پڑیں اور دشمن کے سات افراد کو اس دن موت کے گھاٹ اتار دیا۔ [الاستیعاب فی اسماء الاصحاب تذکرہ ام حکیم]

اَسماء بنت یزید کے ہاتھ سے جنگِ یرموک میں نو رومیوں کو موت کاپیالہ پینا پڑا۔ [الاصابہ فی تمیز الصحابہ:4/ 335]

ایک اور انصاری خاتون اُمّ حارثؓ کی ثابت قدمی اور شجاعت دیکھئے کہ جنگِ حنین میں اسلامی فوج کے قدم میدان سے اُکھڑ چکے ہیں، لیکن یہ چند باہمت نفوس کے ساتھ پہاڑ کی طرح جمی ہوئی ہے۔[الاستیعاب فی الاسماء الاصحاب تذکرہ ام حارث]

حضرت انس کی والدہ اُمّ سلیمؓ خنجر لئے ہوئے اُحد میں آئی تھیں۔ حنین میں بھی ان کے پاس خنجر تھا، اس طرح مسلح ہو کر آنے کا مقصد حضورﷺ نے دریافت فرمایا تو جواب دیا: "اتخذتُه إن دنا مني أحد من المشركين بقرتُ به بطنه" [صحیح مسلم:1809] یعنی کہ میں نے اس کو اس لیے ساتھ رکھا ہے تا کہ اگر کوئی مشرک قریب ہو تو اس سے اس کا پیٹ چاک کر دوں۔

رومیوں میں جہاد میں شہرت رکھنے والی نامور شخصیت حبیب بن مسلمہؓ سے ان کی بیوی نے ایک جنگ کے موقع پر دریافت کیا۔ بتائیے! کل آپ کہاں ہوں گے؟ جواب دیا: یا تو دشمنوں کی صفوں کے اندر یا جنت میں۔ اِن شاء اللہ ۔ یہ جواب سن کر بیوی نے بھی پورے عزم کے ساتھ کہا، ان دونوں جگہوں میں سے جہاں بھی آپ ہوں گے مجھے توقع ہے کہ میرا مقام بھی وہی ہو گا۔ [البیان و التبیین :2/ 170]

ربیع بنت معوذؓ کا بیان ہے: "كنا لنغزو مع النبي فنسقى القوم نخدمهم ونرد القتلى والجرحى إلى المدينة" [صحیح بخاری:2883]

ترجمہ: ہم نبیﷺ کے ہمراہ جہاد پر جاتی تھیں

اور ہماری خدمات یہ ہوتی تھیں کہ مجاہدین کو پانی پلاتیں۔ ان کی خدمت کرتیں اور جنگ میں شہداء اور زخمی ہونے والوں کو مدینہ لوٹاتیں۔

ایک اور صحابیہؓ جو حضورﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئی تھیں، بیان کرتی ہیں: "كنا نداوي الكلمى ونقوم على المرضى" [مسند احمد:5/ 84]

ترجمہ: ہم زخمیوں کی مرہم پٹی اور بیماروں کا علاج معالجہ اور ان کی تیمار داری کرتی تھیں۔

اُمّ عطیہؓ اپنے متعلق فرماتی ہیں: ’’میں نبی کے ساتھ سات غزوات میں شریک ہوئی تو میں لوگوں کے لیے کھانا بناتی، زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی اور بیماروں کی دیکھ بھال کرتی۔ [مسند احمد:5/ 8410]

اُحد کے زخمی مجاہدین کی مرہم پٹی اور خدمت کے لئے بہت سی صحابیات جنگ کے بعد مدینہ سے گئی تھیں، طبرانی کی روایت ہے: "لمّا كان يوم احد وانصرف إلى الصحابة يعينونهم وكانت فاطمة في من خرج" [فتح الباری:7/ 287]

ترجمہ: جس دن اُحد کی جنگ ہوئی اور جنگ کے بعد مشرکین واپس ہو گئے تو خواتین صحابہ کی معاونت کے لیے روانہ ہوئیں۔ حضرت فاطمہؓ بھی ان ہی میں تھیں۔ چنانچہ حضورﷺ اس دن زخمی ہوئے تو حضرت فاطمہؓ ہی نے اسے چٹائی کی راکھ سے بھرا تھا۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ جنگ اُحد میں حضرت عائشہؓ اور اُمّ سلیمؓ نے بھی مجاہدین کی خدمت کی تھی: ’’لقد رأيت عائشة بنت أبي بكر وأم سليم وإنهما المشمّرتان أرى خدم سوقهما تنقزان القرب على متونهما ثم تفرغانه في أفواه القوم ثم ترجعان فتملانهما ثم تجيئان فتفرغانه في أفواه القوم [صحیح بخاری:4064]

ترجمہ: میں نے عائشہ بنت ابی بکر اور اُمّ سلیم کو کمر بستہ (لوگوں کی خدمت کرتے ہوئے) دیکھا۔ وہ اس قدر تیزی سے دوڑ دھوپ کر رہی تھیں کہ میں نے ان کی پنڈلیوں کے پازیب دیکھے، وہ اپنی پشت پر پانی سے بھرے ہوئے مشک لاد لاد کر لاتی تھیں اور مجاہدین کو پلاتیں پھر واپس جاتیں اور بھر کر لاتیں اور مجاہدین کی تشنگی دور کرتیں۔

ایک انصاری خاتون اُمّ سلیطؓ کے متعلق حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: "إنها كانت تزمز لنا القرب يوم احد!" [صحیح بخاری:2881] یعنی اُحد کے دن وہ ہمارے لیے مشکیزے بھرتی تھیں۔

حمنہ بنت جحشؓ نے بھی اس دن یہ خدمات انجام دی ہیں۔ ابن سعد نے لکھا ہے: ’’وقد كانت حضرت أحدًا تسقي العطش وتداوي الجرحٰى‘‘ [طبقات ابن سعد:8/ 185] یعنی وہ اُحد میں موجود تھیں۔ پیاسوں کو پانی پلاتیں اور زخمیوں کا علاج کرتیں۔

اُمّ ایمن کے حالات میں بھی ابن سعدؒ نے اسی قسم کی روایت نقل کی ہے: ’’وقد حضرتْ امّ ايمن احدًا وكانت تسقي الماء وتداوي الجرحى

وشهدت خيبر مع رسول للّٰه".

جنگ خیبر کے سلسلے میں مورخ ابن اسحق نے صراحت کی ہے: وقد شهد خيبر مع رسول للّٰه النساء المسلمين. [سیرۃ ابن ھشام:3/334] یعنی خیبر میں حضورﷺ کے ساتھ مسلمان خواتین میں سے بہت سی خواتین نے شرکت کی۔

حشر بن زیاد کی دادی اور پانچ عورتیں بھی اس جنگ میں گئی تھیں۔ اُنہوں نے حضورﷺ سے آنے کا مقصد ان الفاظ میں ظاہر کیا: "يا رسول للّٰه! خرجنا نغزل شعر ونعين به في سبيل للّٰه ومعنا دواء للجرحى ونناول السهام ونسقى السويق" [سنن ابو داؤد:2729]

ترجمہ: اے اللہ کے رسول! ہم بالوں کو بٹتی ہیں اور اس کے ذریعے اللہ کے رستے میں تعاون کرتی ہیں۔ ہمارے ہمراہ زخمیوں کے لیے دوا ہوتی ہے، ہم تیر پکڑاتی اور ستو پلاتی ہیں۔

طبقات سعد سے خیبر ہی میں ابو رافعؓ کی بیوی، سلمہؓ قبیلہ اَشہل کی ایک خاتون اُمّ عامر، ایک انصاری عورت اُمّ خَلا اور کعیبہ بنت سعد کی شرکت کا بھی ثبوت ملتا ہے۔

اس سے اہم تر بات یہ ہے کہ وہ کسی خارجی دباؤ کے تحت یہ خدمات انجام نہیں دیتی تھیں بلکہ محافظین دین کی رفاقت اور تعاون کو اپنے لیے باعث عزت سمجھ کر خود ہی پیش کش کرتی تھیں۔ اسی جنگ خیبر کا واقعہ ہے کہ رسولﷺ روانہ ہونے لگے تو قبیلہ غفار کی چند عورتوں نے آکر عرض کیا:

"إنا نريد يا رسول للّٰه أن نخرج معك إلى وجهك هذا فنداوي لجرحى ونعين المسلمين بما استطعنا"

ترجمہ: اے اللہ کے رسولﷺ! اس مبارک سفر میں جس پر آپ جا رہی ہیں ہم بھی آپﷺ کے ساتھ چلنا چاہتی ہیں تاکہ زخمیوں کا علاج کریں اور اپنے بس بھر مسلمانوں کی مدد کریں۔

بعض خواتین میدان جنگ سے باہر بھی یہ خدمات انجام دیتی تھیں۔ مثلاً رفیدہ نامی قبیلہ اسلم کی عورت کے متعلق مؤرخین نے لکھا ہے: وہ زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتیں اور اُنہوں نے مسلمانوں کے زخمیوں کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کیا ہوا تھا۔ چنانچہ مسجدِ نبویؐ میں ان کا خیمہ تھا۔ حضرت سعد بن معاذؓ جنگ خندق میں زخمی ہوئے تو حضورﷺ نے ان کو رفیدہ ہی کے خیمہ میں منتقل کر دیا تھا تاکہ آپ بآسانی ان کی عیادت کر سکیں۔



ماں کیسی ہونی چاہئے؟

حفصہ داداللہ

بحیثیت ماں عورت کی ذمہ داری اور کردار معاشرتی اصلاح میں مردوں سے کہیں زیادہ ہوتی ہے، مرد اور عورت دونوں معاشرے کی تعمیر میں اپنا اپنا کردار ادا کرتے ہیں، عورت نئی نسل کی تربیت کرتی ہے ۔ عالم دنیا میں اسلام کا بول بالا کرنے کی سعی بچے کو اپنی گود میں کرتی ہے، تو مرد اس عورت کی حفاظت اور کفالت کا ذمہ دار ہے ۔ اپنے اپنے حصے کا کام خوش اسلوبی سے انجام پانے سے ہی اسلامی معاشرہ پھلتا پھولتا ہے اور خیر و بھلائی سے ہمکنار ہوتا ہے اور اسلام سرحدوں سے نکل کر دنیا کے کناروں تک پہنچ جاتا ہے ۔

میری بہنو!

فتنوں، آفتوں اور گناہوں کے سیلاب کے اس دور دورے میں ضرورت اس امر کی ہے کہ اپنے بچوں و اجداد کا وہ سبق بھی یاد کروایا جائے جو ہم تقریبا بھول چکے ہیں، یہ و اجداد کا وہ سبق بھی یاد کروایا جائے جو ہم تقریبا بھول چکے ہیں، یہ انہیں نہ صرف اسلام پر عمل کرنے کے لیے تیار کرے گا بلکہ اس سے نفاذ اسلام کی فرضیت ان کے ذہنوں میں بیٹھے گی اور یہی ایک بہترین اور مثالی ماں کا کردار اور تربیت ہوسکتی ہے ۔

بچوں کو بلی چوہے سے ڈرا کر بزدل نہ بنایا جائے، بلکہ اللہ کا خوف دلا کر دشمنان اسلام کو کچلنے کا سبق دیا جائے، جس کے نتیجے میں وہ بچپن سے ہی اتنے بہادر ہوا کریں گے کہ اسلام کے دشمنوں کو ختم کرنا ان کے لیے کوئی مسئلہ نہیں ہوگا ۔ ہم نے تاریخ میں پڑھا کہ ماؤں نے خود کو اکمل طریقے سے اسلام کیلئے ایسے پیش کردیا تھا کہ ایک ہی دن میں ایک ہی معرکے میں سالوں کی محنت و مشقت سے پلے ہوئے چار جوان بیٹوں کو قربان کرنا ان کیلئے کوئی مسئلہ ہی نہ تھا اور قربان کرنے پر خود کو سعادت

مندوں میں شمار کرنا ان کا وطیرہ تھا . ان کے ایمان بلندی کی اس سطح پر تھے کہ اپنے گھروں سے جوانوں کو نکالنے کی سعادت نہ پاکر بے چین ہوجاتی تھیں اور اپنی گود کے معصوم بچوں کو پیش کرتی تھیں کہ ہم کہیں محروم نہ رہ جائیں اور جنت کا قافلہ ہم سے آگے نہ نکل جائے . آج پھر سے ایسی ماؤں کی ضرورت ہے، کیونکہ آج بھی اسلام اسی سٹیج پر آ کھڑا ہوا جیسا کہ نبوت کے ابتدائی دور میں تھا اور پھر ایسی امہات اور ایسے رجال پیدا ہوئے جو اجنبی ترین اسلام کو ثریا ستارے سے بھی اوپر لے گئے اور دنیا ان کی تابع ہوکر رہ گئی . دنیا کے تمام کفر ان کے قدموں میں آپڑا تھا ۔

جی ہاں، ایسی مائیں اسمان سے نہیں اتریں گی، ایسی مائیں میں اور آپ ہی بنیں گی اور ہم خود بخود نہیں بنیں گی بلکہ ہمیں اپنی تاریخ کو دیکھنا ہوگا اور اپنے عزائم اور جذبات کا رخ صرف اور صرف اسلام کی طرف ہی پھیرنا ہوگا ۔ ہماری زندگیوں کا محور و مرکز اسلام بننا ہوگا تبھی ہماری گودیں زرخیز ہوں گی اور مستقبل کو ایک ایسی قوم ملے گی جو نبوت کے منہاج پر دوبارہ خلافت کو قائم کرکے پوری دنیا پر حکومت کرے گی ۔ ان شاءاللہ ۔

رب ان مبارک ہستیوں کی مائیں بہنیں بیٹیاں اور بیویاں ہمیں ہی بنادیں اور ہمیں محروم ماؤں کی صفوں سے نکال دیں ۔ آمین یارب ۔

آزادیِ نسواں کی خود فریبی!

مولانا اعجاز مصطفی

کون نہیں جانتا کہ اسلام نے عورت کو بے انتہا عزت سے نوازا ہے، جس سے مغرب زدہ اور این جی اوز کے بہکاوے میں آئی ہوئی عورتیں آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں۔ قرآن کریم، احادیث رسول اور فقہِ اسلامی میں عورتوں کے حقوق کے متعلق مستقل احکام موجود ہیں۔ اسلام کسبِ معاش کی خاطر عورتوں کے گھر سے باہر نکلنے کو ان کی توہین وتذلیل سمجھتا ہے، اس لیے شریعت نے باپ، خاوند، بیٹے، بھائی وغیرہ محرموں پر بالترتیب لازم کیا ہے کہ وہ عورت کی کفالت کریں۔ اگر بالفرض ان میں سے کوئی موجود نہ ہو تواسلام حکومتِ وقت پر یہ فریضہ عائد کرتا ہے کہ وہ اس کے مصارف برداشت کرے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی معاشرہ میں خاندان جڑے ہوئے ہیں، جہاں ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کو بڑی قدرومنزلت اور عزت کا مرتبہ حاصل ہے، لیکن ’’حقوقِ نسواں‘‘ سے چلتا ہوا نعرہ آج ’’آزادیِ نکاح‘‘ اور ’’آزادیِ شوہر‘‘ تک پہنچ چکا ہے۔ گویا آج مسلم عورت جس کو ’’ملکہ‘‘ اور ’’شہزادی‘‘ کا مرتبہ حاصل ہے، وہ قرونِ اولیٰ کی مظلوم ومقہور عورتوں کی صف میں کھڑا ہونا چاہتی ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ ۸ مارچ ۲۰۱۹ء کو پوری دنیا میں خواتین کا عالمی دن منایا گیا، کئی شہروں میں ریلیاں نکالی گئیں اور اس میں انہوں نے ایسے نعرے لگائے اور ایسے کتبے اُٹھائے تھے اور جو کچھ اُن پر درج تھا ایک شریف آدمی اس کو اپنی زبان پر نہیں لاسکتا اور زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ ان غلیظ، بدبودار اور فحش گالیوں کے علاوہ کئی اسلامی احکام کا بھی اعلانیہ مذاق اُڑایا گیا۔ ایک عورت نے کہا کہ: ’’اگر دوپٹہ پہننا اتنا ہی پسند ہے تو اپنی آنکھوں پر باندھ لو۔‘‘ مظاہرہ میں شریک ایک شخص نے تو یہ کہا کہ: ’’خواتین کے مسائل اس وقت تک حل نہیں ہوسکتے، جب تک نکاح کو ختم نہیں کیا جاتا۔ خواتین کے ساتھ ہونے والی ناانصافی اور ظلم کے خاتمہ کے لیے ہمیں نکاح کو ختم کرنا چاہیے۔‘‘ اس نے یہ بھی انکشاف کیا کہ برصغیر میں نکاح کی رسم بھی انگریز لے کر آئے، اس سے پہلے اس کا یہاں کوئی تصور نہیں تھا، نعوذ باللہ من ذٰلک۔ اسی طرح کا ایک انکشاف ہمارے وزیرِاطلاعات جناب فواد چوہدری نے بھی کیا ہے کہ مدارس کا نصابِ تعلیم امریکہ سے بن کر آیا ہے۔ یہ ہیں ہمارے وزیر موصوف کی معلومات!

یہ سب کچھ ایسے ملک میں کیا اور کہا جارہا ہے جو اسلام کے نام پر وجود میں آیا تھا اور موجودہ حکومت جو ریاستِ مدینہ جیسی ریاست کی دعویدار ہے، اس نے ایسے لوگوں کو لگام دینا تو درکنار ان سے ابھی تک پوچھا

تک نہیں کہ تم نے خلافِ اسلام ایسی باتیں کیوں کیں؟ حالانکہ ایک صوبائی وزیر نے جب ہندوؤں کے بارے میں کچھ کہہ دیا تو اس سے فوراً استعفاء تک لے لیا گیا۔ لیکن ان مادر پدر آزاد لوگوں کی خلافِ اسلام باتوں کا ابھی تک کوئی نوٹس نہیں لیا گیا۔ کیا کہا جائے کہ یہ سب کچھ بیرونی اشاروں اور موجودہ حکومت کی ملی بھگت سے ہورہا ہے؟!

بہرحال آزادیِ نسواں کی اصطلاح کا باقاعدہ استعمال اٹھارہویں صدی عیسوی میں ہوا، جب یورپ کے فلاسفر اور اہلِ علم نے فرد کے حقوق کے لیے معاشرہ کے خلاف آواز بلند کی اور شخصی آزادی کا نعرہ لگایا، اس کے بعد بھی آوازیں اُٹھتی رہیں۔ ۵ تا ۹ جون ۲۰۰۰ء میں نیویارک میں جو کانفرنس منعقد کی گئی، اس کانفرنس کی درج ذیل سفارشات منظر عام پر آئیں:

۱:-خاتونِ خانہ کو گھریلو ذمہ داریوں اور تولیدی خدمات پر باقاعدہ معاوضہ دیا جائے۔

۲:-ازدواجی عصمت دری پر قانون سازی اور فیملی کورٹس کے ذریعہ مردوں کو سزا دلوائی جائے۔

۳:-ممبر ممالک میں جنسی تعلیم پر زور دیا جائے۔

۴:-اسقاطِ حمل کو عورت کا حق قرار دیا جائے۔

اور یہ تمام چیزیں اور نظریات درحقیقت پانچویں صدی عیسوی میں نیشاپور میں پیدا ہونے والے ایرانی فلسفی مزدک کے ہیں (جو پہلے زرتشت کا پیروکار تھا، لیکن بعد میں اس نے اپنا نیا مذہب وضع کرلیا) جن پر مغرب اور مغرب پرست معاشرہ آج کی مسلم خواتین کو چلانا چاہتا ہے، اس نے کہا: ''تمام انسان مساوی ہیں، کسی کو کسی پر کوئی فوقیت نہیں، ہر وہ چیز جو ایک انسان کو دوسرے انسان سے بالاتر کردے، وہ اس قابل ہے کہ اُسے مٹاکر رکھ دیا جائے۔ مزدک نے کہا کہ: دو چیزیں ہیں جو انسان کے درمیان میں ناجائز امتیازات کی دیواریں چنتی ہیں: جائیداد اور عورت، اس لیے کسی کی جائیداد پر کسی کا حقِ ملکیت نہیں اور نہ کوئی عورت کسی ایک شخص سے نکاح کا حق رکھتی ہے۔ تمام لوگوں کو جائیداد سے فائدہ اُٹھانے اور عورت سے لطف اندوز ہونے کا حق ہے۔ اس وجہ سے لوگ اس کی تحریک کا حصہ بنے۔ آج جو این جی اوز اور اُن کی لے پالک خواتین ومرد اِس آزادیِ نسواں کا نعرہ لگارہے ہیں، درحقیقت یہ لوگ مزدک ایرانی کے پیروکار ہیں اور بالکل اسی نہج پر پاکستانی عورت کو بھی مشترکہ پراپرٹی بنانا چاہتے ہیں، تاکہ پاکستانی معاشرے اور خاندانی نظام کو جڑوں سے ہلایا جاسکے۔

مسلمانوں کو یہ بات اب سمجھ لینی چاہیے کہ عورت آزدی مارچ جیسی سرگرمیاں دراصل مغربی اور اسلامی تہذیب کے مابین جاری جنگ کا حصہ ہیں۔ مادر پدر آزاد مغربی تہذیب کے علمبردار اور اُن کے دیسی ٹاؤٹ میدانِ جنگ سے لے کر تہذیبی وثقافتی سطح تک اسلامی تہذیب اور مسلمانوں کو مغلوب کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگارہے ہیں۔ اس خطرناک صورت حال میں اسلامی تہذیب کی بقا وسلامتی کا واحد راستہ یہی ہے کہ مسلمان آقائے کریم کی تعلیمات اور خاص طور پر سنتِ رسول کو حرزِ جاں بنالے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے شر سے اُمتِ مسلمہ کی بہن بیٹیوں کی عزتوں کو محفوظ فرمائے اور اُن کے شر کو انہیں پر لوٹادے اور مسلم معاشرہ کو اپنے حفظ وامان میں رکھے، اس کے ساتھ ساتھ ہر لحظہ یہ دعا بھی مانگتے رہنا چاہیے کہ باری تعالیٰ ہمارا، ہماری اولادوں اور نسلوں کا ایمان سلامت رکھے اور ایمان کی سلامتی کے ساتھ ہی اپنے پاس بلالے، آمین

وصلّى الله تعالى على خير خلقه سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين

معاشرے میں طلاق اور خلع کی سب سے بڑی وجہ

ساجد عثمانی

آپ کسی بھی دارالافتاء چلے جائیں ہفتے کی بنیاد پر سینکڑوں خطوط ہیں جو خواتین نہیں مرد حضرات لکھتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ ہماری بیوی کو کسی اور کے ساتھ ''محبت'' ہوگئی ہے ۔ وہ مجھ سے طلاق مانگ رہی ہے ۔ میرے چھوٹے چھوٹے بچے یا بچہ بھی ہے ۔ بتائیں کیا کروں؟۔
ایک دارالافتا میں ایک خط آیا جس میں شوہر نے لکھا تھا کہ ''رات آنکھ کھلی تو بیوی بستر پر نہیں تھی'' بیڈروم سے باہر آیا تو صوفے پر لیٹی موبائل میں مصروف تھی ۔ اب وہ مجھ سے طلاق مانگ رہی ہے اور ہمارا ایک بچہ بھی ہے''۔
میں نے خود یہ واقعات سنے ہیں کہ شوہروں کے پیچھے عورتوں نے ان کی امانت میں خیانت کی ہے ۔

نبی مہربان ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالی کو جائز کاموں میں سب سے زیادہ نا پسندیدہ طلاق ہے''۔ ایک عالم دین نے کیا خوب فرمایا تھا ''یہ قوم اسلام پر مرنے کے لیئے تیار ہے لیکن اسلام پر جینے کے لیے تیار نہیں ہے''۔

آپ قرآن کا مطالعہ کریں، سورۃ البقرہ سے لے کر والناس تک چلے جائیں ۔ آپ کو نماز، روزہ، حج، زکوۃ میں سے کسی ایک فرض کی تفصیلات نہیں ملینگی ۔ آپ کو یہ تک نظر نہیں آیگا کہ نماز کا طریقہ کیا ہے؟ آپ کو ان عبادات کی تسبیحات تک نہیں پتہ چل پائینگی ۔ لیکن نکاح، طلاق، خلع، شادی، ازدواجی معاملات، میاں بیوی کے تعلقات، گھریلو ناچاقی، کم یا زیادہ اختلاف کی صورت میں کرنے کے کام، آپ کو سارا کچھ اللہ تعالی کی اس مقدس ترین کتاب میں مل جائیگا جس کو ہم اور آپ ''چوم چوم'' کر رکھتے ہیں ۔

آپ مان لیں کہ ہمارے معاشرے میں طلاق اور خلع کی سب سے بڑی وجہ عدم برداشت ہے ۔
حضرت عمرؓ نے فرمایا ''جب دین گھر کے مرد میں آتا ہے تو گویا گھر کی دہلیز تک آتا ہے لیکن اگر گھر کی عورت میں دین آتا ہے تو اس کی سات نسلوں تک دین جاتا ہے''۔
قربانی، ایثار، احسان، درگذر، معافی، محبت اور عزت یہ اسلام اور قرآن کی ڈکشنری میں آتے ہیں ۔ کمال تو یہ ہے کہ ان جوڑوں کی طلاق زیادہ جلدی ہوجاتی ہے جو ''جوائنٹ فیملی'' میں نہیں رہتے ہیں ۔

خواتین کی نہ ختم ہونے والی خواہشات نے بھی معاشرے کو جہنم میں تبدیل کیا ہے ۔
الیکٹرانک میڈیا ٹی-وی سیریلز و فلموں نے گھر گاؤں اور کچی بستیوں میں رہنے والی لڑکیوں تک کے دل میں "شاہ رخ خان" جیسا آئیڈیل پیدا کر دیا ہے...
گھریلو زندگی کی تباہی میں سب سے بڑا عنصر ناشکری بھی ہے ۔ کم ہو یا زیادہ، ملے یا نہ ملے یا کبھی کم ملے پھر بھی ہر حال میں اپنے شوہر کی شکر گزار رہیں ۔
سب سے بڑی تباہی اس واٹس ایپ اور فیس بک اور سوشل میڈیا نے مچائی ہے ۔ پہلے لڑکیاں غصے میں ہوتی تھیں یا ناراض ہوتی تھیں تو ان کے پاس اماں ابا اور دیگر لوگوں تک رسائی کا کوئی ذریعہ نہیں ہوتا تھا ۔ شوہر شام میں گھر آتا، بیوی کا ہاتھ تھام کر محبت کے چار جملے بولتا، کبھی آئسکریم کھلانے لے جاتا اور کبھی ٹہلنے کے بہانے کچھ دیر کا ساتھ مل جاتا اور اس طرح دن بھر کا غصہ اور شکایات رفع ہوجایا کرتی تھیں، لیکن ابھی ادھر غصہ آیا نہیں اور ادھر واٹس ایپ پر سارے گھر والوں تک پہنچا نہیں ۔
یہاں میڈم صاحبہ کا "موڈ آف" ہوا اور ادھر فیس بک پر اسٹیٹس اپ لوڈ ہو گیا ۔ اور اس کے بعد یہ سوشل میڈیا کا جادو وہ وہ گل کھلاتا ہے کہ پورے کا پورا خاندان تباہ و برباد ہوجاتا ہے یا نتیجہ خودکشیوں کی صورت میں نکلتا ہے ۔

مائیں لڑکیوں کو سمجھائیں کہ خدارا...!

اپنے شوہر کا مقابلہ اپنے باپوں سے نہ کریں ۔ ہوسکتا ہے آپ کا شوہر آپ کو وہ سب نہ دے سکے جو آپ کو باپ کے گھر میں میسر تھا ۔
لیکن یاد رکھیں آپ کے والد کی زندگی کے پچاس، ساٹھ سال اس دشت کی سیاحی میں گذر چکے ہیں اور آپ کے شوہر نے ابھی اس دشت میں قدم رکھا ہے ۔ آپ کو سب ملے گا اور ان شاء اللہ اپنی ماں سے زیادہ بہتر ملے گا اگر نہ بھی ملے تو بھی شکر گذاری کی عادت ڈالیں سکون اور اطمینان ضرور ملے گا ۔
بیویاں شوہروں کی اور شوہر بیویوں کی چھوٹی چھوٹی باتوں پر تعریف کرنا اور درگذر کرنا سیکھیں ۔ زندگی میں معافی کو عادت بنالیں ۔ خدا کے لیے باہر والوں سے زیادہ اپنے شوہر کے لیے تیار ہونے اور رہنے کی عادت ڈالیں ۔ ساری دنیا کو دکھانے کے لیے تو خوب میک اپ، لیکن شوہر کے لئیے "سرجھاڑ منہ پھاڑ" ایسا نہ کریں ۔ قیامت کے دن میزان میں پہلی چیز جو تولی جائیگی وہ شوہر سے بیوی کا اور بیوی سے شوہر کا سلوک ہوگا ۔
یاد رکھیں مرد کی گھر میں وہی حیثیت ہے جو سربراہ حکومت کی ریاست میں ہوتی ہے ۔ اگر آپ ریاست کی بہتری کی بجائے ہر وقت سربراہ سے بغاوت پر آمادہ رہینگے تو ریاست کا قائم رہنا مشکل ہوجائیگا ۔
جس کو اللہ نے جو عزت اور مقام دیا ہے اس کو وہی عزت اور مقام دینا سیکھیں چاہے آپ مرد ہیں یا عورت ۔ ایک مثالی گھر ایک مثالی خاندان تشکیل دیتا ہے اور ایک مثالی خاندان سے ایک صحتمند معاشرہ وجود میں آتا ہے اور یہی اسلام کی منشاء ہے ۔

مریم نواز کی اداکاریاں

فریدہ بلوچ

حال ہی میں ہونے والے انتخابات، جس میں پاکستان مسلم لیگ ن کو جیتنے کی بھرپور امید تھی، کے بعد اسمبلیوں میں غیراللہ کے قانون کو نافذ کرنے پر قسمیں کھانے کے بعد دیکھا گیا کہ پنجاب کی وزیراعلیٰ موروثی سیاست کی جیگتی جاگتی تصویر مریم نواز مقرر ہوئیں ۔ خیر اسلام میں خاتون کی حکمرانی پر بحث ذرا طویل ہوجائے گی مگر اس چیز کا گلہ ان لوگوں سے کیا کریں جو اللہ تعالی کی کتاب پر قسم کھاکر کہتے ہیں کہ میں غیراللہ کے قانون کے ساتھ وفادار رہوں گا ۔

مگر دیکھا جا رہا ہے کہ مریم نواز اسکولز، دفاتر اور دیگر سرکاری و غیرسرکاری مقامات کے چکر لگاکر ثابت کرنا چاہتی ہیں کہ وہ اس قوم کا خیال رکھ رہی ہیں ۔ آپ نے ایک ویڈیو دیکھی ہوگی جس میں محترمہ غالبا وزیراعلیٰ بننے کے بعد اسمبلی میں داخل ہوتی ہیں تو اپنی پارٹی کی ایک خاتون عہدیدار کا ہاتھ اپنے کپڑوں پر نہیں رکھنے دیتی، ان لوگوں کو قوم کے اسکول و دوکان کی کیا پڑی؟۔ یہ لگژری زندگیاں گزارنے والے اگر پاکستان کی خدمت کر رہے ہوتے تو اس ملک کا یہ حال نہ ہوتا کہ آج 75 سال بعد بھی یہ اتنا مقروض و مقہور نہ ہوتا ۔

قبائل و بلوچ اور دیگر مظلوم اقوام کے ساتھ ان جابرہ کا سلوک دیکھ کر اور پھر ان کی جھوٹی ہمدردیاں دیکھ کر شرم آجاتی کہ ایک بندہ اتنا بے شرم کیسے ہوسکتا کہ وہ فقط دکھاوا کرکے اپنی روح کو تسکین بخش کر اور ستو پی کر سو جاتا ہے ۔ اللہ تعالی سے یہی دعا ہے کہ اللہ ہمیں حق پرست حکمرانوں سے نواز کر اس وطن کو وہ بہاریں بخشے جس کیلئے اسے حاصل کیا گیا ۔

فوج اور مقبوضہ ریاستی زمین

مولانا اسیر الاسلام صافی

(یہ مضمون مجلہ طالبان سے لیا گیا ہے)



دور حاضر میں پاکستانی فوج بحیثیت ایک ''گروپ'' کسی بھی دوسرے سرکاری ادارے سے زیادہ زمین رکھتی ہے ۔ یہ فوج تقریبا 11.58 ملین ایکڑ زمین پر قابض ہے جو کہ تمام ریاستی زمین کا تقریبا 12% بنتا ہے ۔ دوسرے پاکستانی ادارے جیساکہ پاکستان ریلوے، وزارت داخلہ و خارجہ وغیرہ بھی سرکاری زمینیں استعمال کرتے ہیں، لیکن یہاں ایک تو اعداد و شمار کے لحاظ سے بہت بڑا فرق ہے اور دوسرا یہ کہ دیگر ادارے زمنیں صرف سرکاری استعمال کیلئے کرتے ہیں مگر فوج کو یہ اختیار ہے کہ وہ انفرادی طور پر بھی زمین استعمال کرے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ ''فوجی بھائی چارے'' کے طور پر بھی زمین تقسیم کرتا ہے ۔ فوجی افسران کے درمیان آپریشنل مقاصد کیلئے اس نوعیت کی تقسیم نے جنرل ضیاء الحق کے دور میں عروج پایا ۔

زمین اور اسے متعلقہ ذرائع کا اس طرح کا استعمال اگر ایک طرف افراد اور اداروں کی مالی حیثیت مستحکم کرتی ہے تو دوسری طرف معاشی اور سیاسی قد میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور فوج نے بھی یہی کیا، کہ ان ذرائع کو سیاسی مقاصد کیلئے بے دریغ استعمال کیا جس کی وجہ سے ملک کے شرافیہ کے ساتھ ان کا بہت مضبوط تعلق بنا ہوا ہے ۔ آئیے، ہم فوج کی زیر قبضہ زمینوں کا ذرا سا جائزہ لیتے ہیں:

فوج اور دیہاتی زمین:

فوج زرعی زمینوں میں ایک اہم اسٹیک ہولڈر کی حیثیت رکھتی ہے، فوج کے 11.58 ملین ایکڑ رقبے کا تقریبا 59% یعنی 6.9 ملین ایکڑ زمین دیہات میں ہے جس کی تقسیم کچھ یوں ہے ۔

(۱) آپریشنل مقاصد کیلئے:

یہ بلا واسطہ فوج کے کنٹرول اور استعمال میں ہوتی ہے، جیسے کیمپ گراونڈز، فوج اور جانوروں کیلئے غلہ، چارہ اگانا اور ڈیری فارمنگ وغیرہ... جوکہ لگ بھگ 70000 ایکڑ زمین پر مشتمل ہے ۔

(۲) فوج کی ذیلی تنظیموں کے زیر کنٹرول:

جیسے آرمی ویلفیئر ٹرسٹ (AWF) فوجی فاؤنڈیشن (FF) بحریہ فاؤنڈیشن (BF) وغیرہ... یہ زمین تقریبا 35000 ایکڑ ہے ۔

فوج کے انفرادی ممبران کی ملکیت:

یہ 6.8 ملین ایکڑ زمین ہے ۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ کوئی بھی سرکاری ادارہ یہ اختیار نہیں رکھتا کہ ریاستی سرکاری زمین کو اپنے افسران کے ذاتی مفاد کی خاطر آپس میں بانٹ لیں مگر فوج اس کے برعکس کرتی آ رہی ہے ۔

زرعی زمین، آپریشنل مقاصد کیلئے:

فوج تقریبا 7000 ایکڑ زمین آپریشنل مقاصد کیلئے استعمال کرتی ہے جیسے غلہ و چارہ، اس زمین کا 60000 ایکڑ پنجاب میں ہے جس میں سے 35508 ایکڑ رقبے پر غلہ و چارہ اگایا جاتا ہے ۔ اس کے ساتھ آج بھی فوج پنجاب کی سرکاری 68000 ایکڑ زمین کا تقریبا 38 فیصد رقبہ اپنے کنڑول میں رکھتا ہے ۔

عام طور پر فوج ان معاملات کو بلکل بھی پبلک نہیں کرتی اور بی بی سی کے ایک رپورٹر کو معلومات طلب کرنے پر خبردار کرکے منع کردیا گیا تھا ۔ (مگر اب بہت کچھ پبلک ہوچکا ہے۔)

فوج کے اثر ورسوخ کی وجہ سے وفاقی اور صوبائی حکومتیں عموماً خاموش رہتی ہیں، باوجودیکہ ان کے علم میں یہ بات ہوتی ہے کہ فوج زمین کے استعمال اور قیمتوں کو تبدیل کرتی یا چند چنیدہ افراد کے فائدے میں لاتی ہے ۔ مثلاً 2006ء میں آڈیٹر جنرل ڈپارٹمنٹ نے اس بات کی نشاندہی کی کہ پنجاب حکومت نے قانون کی خلاف ورزی کی ہے، کہ فوج کو جہلم میں گالف کورس بنانے کیلئے 30 ایکڑ کی زمین 72 ملین روپے (تقریباً 1.24 ملین ڈالر) میں دے دی، حالانکہ مارکیٹ ریٹ اس سے کئی گنا زیادہ تھی ۔ شعبہ زراعت میں فوج کا براہ راست ملوث ہونا اور گاؤں کی زمینوں پر قبضہ کرنا تب تک ظاہر نہیں تھا جب تک 2001ء میں پنجاب کے شہر اوکاڑہ میں فوج اور بے زمین و بے روزگار کاشتکاروں کے درمیان تنازعہ رونما نہ ہوا، اس کی تفصیل کسی اور موقع کیلئے چھوڑ دیتے ہیں ۔

سنہ 1965ء سے 2003ء تک پنجاپ اور خیبرپختونخوا کے 12 اضلاع کی تقریباً 190000 ایکڑ زمین فوج میں تقسیم کی جاچکی ہے ۔ روزنامہ ڈان کی رپورٹ کے مطابق 1981ء میں 50 روپے (0.86 ڈالر) فی ایکڑ کی رعایتی قیمت اور 1994ء میں بڑھ کر روپی فی ایکڑ 60 تھی ۔

پنجاب اور کے پی کے بشمول سندھ کی فوج کو دی گئی زمین کی قیمت اور ریاست کو اس کا منافع ذرا ملاحظہ کیجیے

کل زمین: 2303707 ایکڑ

فی ایکڑ قیمت: 50 روپے

مجموعی رقم: 135.18 ملین روپے

مساوی: 2.33ملین ڈالر

یہ وہ رقم ہے جو 1995ء سے 2004ء تک ریاست کو ملی لیکن اگر اوسطاً مارکیٹ میں 1لاکھ فی ایکڑ لگائی جائے تو ملاحظہ کیجیئے:

مجموعی رقم: 270.37 ارب روپے

مساوی: 4661.5 ملین ڈالر

کیا یہ فرق ہوش اڑانے کیلئے کافی نہیں ہے؟۔

آج تک جتنی بھی زمینیں فوج نے صوبائی و وفاقی حکومتوں سے ہتھیائی ہیں تو اس میں یہ تاثر دینے سے بچنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے کہ یہ ایک

غاصبانہ قبضہ ہے ۔

زرعی زمینیں بالخصوص صوبائی حکومتوں سے فوج کو مسلسل منتقل ہورہی ہیں، ابھی حال میں پنجاب کی نگران حکومت نے فوج کو ہزاروں ایکڑ زمین لیز پر دے دی جس کے خلاف لاہور ہائیکورٹ کا فیصلہ بھی آیا کہ نگران حکومت ایک غیر منتخب ادارہ ہے اور اس کے خلاف اتنا اختیار نہیں ہے، لیکن فوج سی پیک کے نام پر ایک زرعی منصوبہ چین کیساتھ تشکیل دے رہا ہے، سو یہاں ہائیکورٹ کا فیصلہ بھی صدا بصحرا ثابت ہوگا ۔ جو زمین فوج کے پاس جاتی ہے وہ پھر تینوں سروسز یعنی آرمی، ایئرفورس اور نیوی میں تقسیم ہوجاتی ہے، پھر یہ ادارہ دوبارہ ان زمینوں کو اپنے افراد میں بانٹ لیتی ہے ۔
برطانوی راج سے فوج کو جو زمین وراثت میں ملی، ایوب دور میں 9 ملین ایکڑ رقبے پر ڈیمز بنائے گئے، جبکہ ایک ملین ایکڑ زمین سینئر جرنلز نے آپس میں بانٹ لیں ۔ جنرل ایوب خان کو 247 ایکڑ، جنرل موسی خان کو 250 ایکڑ اور جنرل امراؤ خان کو 246 ایکڑ زمین ملی، اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ ایک عام فوجی کے مقابلے میں سینئر افسران زیادہ مستفید ہوتے ہیں، افسران کے تعداد بڑھنے کے ساتھ ساتھ زمین کے مقدار کم ہوتی گئی، لیکن اب بھی میجر جنرل اور اس سے اوپر افسران کو 50 ایکڑ زمین ملتی ہے ۔ اس کے علاوہ بہادری کے تمغوں کے نام پر بھی زمینیں ملتی ہیں، فوجی اعزازات کے ذریعے زمین کی انتہائی زیادہ تقسیم نے زمینداروں کی ایک نئی قسم ایجاد کردی ''فوجی زمیندار''۔

فوج ان زمینوں کو اپنی برادرج میں بانٹنے کی تین وجوہات بیان کرتی ہے

پہلی وجہ یہ کہ سرحدی علاقوں میں فوج کو زمین ملے گی تو یہ زمین کے ساتھ ساتھ سرحد کی بھی حفاظت کریں گے اور ملک دشمن عناصر کیخلاف حاضر سروس فوجیوں کا ساتھ دیں گے، مگر معاملہ اس کے بلکل برعکس ہے کیونکہ کسی بھی فوجی نے یہ زمین اباد نہیں کی بلکہ سپاہی و افسر سب نے یہ زمینیں بیچ ڈالی ہیں ۔

دوسری وجہ یہ کہ فوج میں زمین تقسیم کرکے جاگیردارانہ نظام کو ضرب لگائی جائے کہ ایک نیا متوسط دیہاتی طبقہ ابھرے گا جو جاگیردار کی جگہ لے گا مگر یہ بھی لاحاصل رہا ۔

تیسری وجہ یہ بتاتے ہیں کہ فوج یہاں مشینری استعمال کرکے ملک کو معاشی ترقی سے نوازیں گے، مگر اب تک ایسے کوئی شواہد نہیں مل سکے کہ فوج نے پسماندہ علاقوں میں زرعی مشینی انقلاب برپا کیا ہو، بلکہ فوجی طبقہ الاٹ شدہ زمینیں مقامی وڈیروں اور جاگیرداروں کو فروخت کرتا ہی پایا گیا ہے ۔ اس

عمل سے نا صرف مقامی جاگیردار مضبوط ہوتا رہا بلکہ فوج اور جاگیرداروں میں مضبوط اتحاد بنتا گیا اور اس طرح فوج جاگیردارانہ نظام کا حصہ و آلہ بن گئی۔

جیساکہ پہلے ذکر ہوا کہ زمین کی تقسیم کا بڑا فائدہ سینئر جنرلز کو ہوتا ہے جو صرف جائیدادوں تک محدود نہیں رہتا بلکہ ملک کی ترقی کے نام پر مختلف رعاتیں، ٹیکنیکل اور مالی امداد، پانی تک رسائی اور مارکیٹ تک سڑکوں کی تعمیر بھی کروائی جاتی ہے ۔1950-1960 کے دوران فوجی و معاشی مد میں جو غیرملکی امداد موصول ہوئی تو اسے فوج کو الاٹ شدہ زمینوں کی طرف پھیردیا گیا ۔ اس موقع پر جب پنجاب کے فنانس منسٹر نواب افتخار حسین سے استفتار کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ ،،غیرملکی امداد فوج ہی کی ہوتی ہے"۔

پرویز مشرف، جنرل زیدی اور نیول چیف ایڈمرل عبدالعزیز مرزا جیسے سینئرز کی زمینوں کی تحقیقات کیلئے جب پے در پے دورے کیے گئے تو معلوم ہوا کہ ان زمینوں پر حاضر سروس فوجی بحیثیت چوکیدار و دہقان کام کر رہے تھے جس نے سولہویں اور سترہویں صدی کے یورپی KNIGHTS اور BORNS یعنی روس کی زرعی غلامی کی یاد دلائی ۔

ایک اہم بات یہ ہے کہ مذکورہ سینئر افسران پانی اور مارکیٹوں تک روڈ کے حصول کیلئے اپنا اثر ورسوخ استعمال کرتے ہیں (وردی بیچتے ہیں) جو اس افسر اور ظالم جاگیردار کے درمیان کے فرق کو ختم کردیتی ہے کہ کہ اپنے ذاتی مالی مفادات کی خاطر اثر و رسوخ کا ظالمانہ استعمال کیا جائے ۔ اس کے علاوہ انہیں زراعت کیلئے کھاد، مشینری اور تخم وغیرہ بھی انتہائی رعایتی قیمتوں پر فوجی گاڑیوں میں لاد کر پہنچائی جاتی ہے ۔ یاد رہے کہ یہ تذکرہ صرف دیہاتوں سے متعلق تھا، شہری زمینوں کا طرزِ استعمال اور اس کی تفصیلات اس سے ہٹ کر ہیں ۔

:فوج کو الاٹ کی جانے والی زمین

میجر جنرل اور اس سے اوپر: 240 ایکڑ

بریگیڈیئر اور کرنلز: 150 ایکڑ

لفٹننٹ کرنل: 124 ایکڑ

لفٹننٹ اور میجر: 100 ایکڑ

صوبیدار و نائب صوبیدار: 64 ایکڑ

نائک و حوالدار 32 ایکڑ



64 کُل حملے
رواں سال (2024ء) ماہ فروری (رجب المرجب - شعبان المعظم)
نقصان اٹھانے والے ادارے
81 فوج
61 پولیس/لیویز
18 ایف سی
12
جانی نقصان
172
77 ہلاکتیں
95 زخمی
نوعیت عملیات
13 سنائپر/لیزر حملے
07 تعارضی حملے
06 گرنیڈ/بم دھماکے
09 گھات حملے
03 ٹارگٹڈ حملے
14 جوابی حملے
11 گوریلہ حملے
01 میزائل حملے
دشمن سے حاصل شدہ سامان
13 عدد کلاشنکوف
تخریب
01 عدد ڈرون کیمرہ
04 عدد کیمرے
07 عدد فوجی گاڑیاں
02 عدد پولیس موبائلز
جائے عملیات
03 ولایت ملاکنڈ
03 ولایت مردان
11 ولایت پشاور
15 ولایت بنوں
28 ولایت ڈی آئی خان
03 صوبہ بلوچستان
01 ولایت جنوبی پنجاب
UMAR MEDIA
تحریک طالبان پاکستان
HTTPS://UMARMEDIATTP.ORG

14 فروری اور 8 مارچ کا ناسور

بہت ہی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ وطن عزیز جو کہ مسلمان خواتین تو کیا مردوں کی عزت وناموس کی حفاظت کی خاطر حاصل کیا گیا، اسی وطن میں فحاشی عروج کو چھو رہی ہے گو کہ یہ اہل مغرب اور مشرقی روشن خیالوں کی نظر میں زیادہ فحاشی نہیں ہے مگر بحیثیت مسلمان یہ فحاشی کی انتہاء ہے کہ اس ملک میں 14 فروری کو ویلنٹائن ڈے اور 8 مارچ کو وومن ڈے کے موقع پر فحاشی کو فروغ دیا جاتا ہے

ایک کاروبار کرتی، دفتر آتی جاتی اور سوشل ورکر عورت آٹھ مارچ کو بینر اٹھائے معلوم نہیں اور کتنی آزادی چاہتی ہے؟ 14 فروری کو دوسروں کی بہنوں کے ساتھ ٹائم اور لوکیشن سیٹ کرتے نوجوان اپنی جوان بہنوں کے بارے میں کیوں نہیں سوچ پاتے؟ یقیناً افسوس کا مقام ہے اور اس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے

اہل مدارس، صاحب منبر و محراب اور مذہبی حلقات بشمول تبلیغی حضرات کو چاہیے کہ وہ ملک کو اس ناسور سے پاک کرنے میں اپنا کردار ادا کریں، اور صرف یہی نہیں کہ بیان کیا اور ذمہ داری پوری ہو گئی... بلکہ اس بارے دینی حلقات کو متحد ہو کر ہاتھ سے روکنا ہوگا ورنہ وہ وقت دور نہیں کہ مذہبی کہلوانے لوگوں کے گھر بھی ان امراض سے متاثر ہو جائیں گے